غزوات وسرایا کے محرکات

(بعض اعتراضات کا جائزہ)

محمد شمیم اختر قاسمی*

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مساعی اور انتھک جدوجہد سے صرف ۲۳؍سال کی مدت میں اسلام پورے جزیرۃالعرب میں پھیل گیا اور اس کی شعاعیں دوسرے ملکوں پر بھی پڑنے لگیں۔ ہر طرف امن وامان کا دور دورہ ہوگیا، عزت وعصمت محفوظ ہوگئی اور تہذیبی واخلاقی قدریں بحال ہوگئیں۔ لیکن نبیؐ کی اس عظیم کامیابی پر مشرق ومغرب کے معاندین اسلام جب گفتگو کرتے ہیں تو انہیں سوائے فتح کے اور کچھ نظر نہیں آتا اور جب وہ عہد نبوی کی جنگوں پر بحث کرتے ہیں تو ان میں مختلف قسم کے عیوب نکالے اور متعدد قسم کے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ عہد نبوی میں جتنی بھی جنگیں ہوئیں وہ لوٹ مار پر مبنی تھیں۔ تاکہ مالی استحکام حاصل کیا جاسکے۔ اسی تناظر میں مشہور مستشرق 'جرجی زیدان' لکھتا ہے:

> ''عہد وپیمان سے فراغت حاصل ہوگئی اور پرامن جگہ رہنے سے اطمینان ہولیا تو مسلمانوں کو اہل مکہ کی ایذادہی اور ان کے مظالم کا خیال آیا۔ انہوں نے انتقام لینے کی غرض سے قریشیوں پر چھاپہ مارنے اور جنگ کرنے کا قصد مصمم کیا اور بہت سے مشہور غزوات وجود میں آئے، جو اسلامی جنگوں کا مقدمہ تھے۔ اسلامی جنگ عرب کی معمولی عادت کے موافق جس کے وہ زمانہ جاہلیت سے عادی تھے چھوٹی چھوٹی مہموں اور قتل وغارت سے شروع ہوکر شہروں اور ملکوں کی فتح پر تمام ہوئی۔ ان غزوات میں سب سے اہم غزوہ بدر کبریٰ کی مہم تھی، کیوں کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی کامیابی نے انہیں پے درپے جنگ وجدل کرتے رہنے کا شوق دلایا اور ان کے ارادوں کو قوی بنادیا۔''(۱)

ایک دوسرا اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ان جنگوں کے ذریعہ آپؐ لوگوں کے اندر خوف ودہشت پیدا کرنا چاہتے تھے، تاکہ وہ مائل بہ اسلام ہوں۔ اگر اس کے خلاف لوگوں کا عمل ہوتا تو پھر محمدؐ کی تلوار نیام سے نکل جاتی۔ اسی وجہ قبول اسلام کے غیر معمولی واقعات رونما ہوئے۔ جیسا کہ 'ولہاوزن' نے لکھا ہے:

> ''وہ کیا چیز تھی جس نے اسلام میں داخلی قوت اور استحکام پیدا کردیا تھا۔ اسلامی روایتیں اس سے بحث نہیں کرتیں۔ بلکہ وہ صرف اس طاقت کے خارجی مظاہرے کے بیان پر اکتفا کرتی ہیں۔ محمدؐ کے قیام مدینہ کے زمانے کے تمام حالات مغازی رسول اللہ کے تحت بیان ہوتے ہیں۔ مدینے

---

* رکن ادارہ تحقیق وتصنیف، نبی نگر دھرا، علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲ (یوپی) انڈیا۔

کے قرب وجوار کے بعض چھوٹے چھوٹے قبائل (جہینہ، مزینہ، اسلم اور خزاعہ) کے ساتھ محمدؐ نے صلح وآشتی کا برتاؤ کیا۔فیاضانہ غیر جانب داری نے بڑھتے بڑھتے اتحاد کی صورت اختیار کی اور بالآخر یہ سب کے سب مدنی سامراج میں داخل ہوگئے۔لیکن باقی عرب کے ساتھ خود ان کے اصول نے انہیں محاربانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ٹھیک اسی وقت سے جب سے اسلام نے دین کو چھوڑ کر حکومت کا لباس پہن لیا،ضرورت محسوس ہوئی کہ کافروں سے جنگ کرکے اسلام کی فضیلت کا ثبوت دیں۔اصول کی جنگ کو تلوار سے فیصل کرنا پڑا اور اللہ کی حاکمیت مطلق کا اظہار ان لوگوں پر جو اسے ماننے کے لیے تیار نہ تھے،جبر وتشدد کے ذریعہ کیا گیا۔بجائے عیسیٰؑ کے اگر محمد یہ کہتے تو زیادہ مناسب تھا کہ ''میں امن کے لیے نہیں آیا ہوں بلکہ تلوار لایا ہوں۔'' اسلام گویا بت پرستوں کے خلاف ایک مستقل اعلان جنگ کی حیثیت رکھتا ہے۔''(۲)

عہد نبوی میں واقع جنگوں کے محرکات کیا تھے،اس کا تجزیہ آگے پیش کیا جائے گا۔اس سے قبل یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جنگ وحرب کے سلسلے میں اسلام کا موقف کیا ہے اور اس سلسلے میں قرآن میں کس طرح کی ہدایات موجود ہیں؟ یہ باتیں ذہن میں متحضر رہیں گے تو پھر تو بہ آسانی غیر جانب دارانہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ ان جنگوں میں پہل کس نے کی۔اس کے بعد یہ باتیں خود بخود منقح ہوجائیں گی کہ معاندین اسلام نے دین اسلام کو بدنام کرنے اور اس کی تعلیمات کو بے اثر کرنے کے لیے جو تحقیق پیش کی ہے اس میں کہاں تک صداقت کا ہے۔

تکریم انسانیت کا الٰہی منشور

اسلام خوف،ڈر اور بدامنی کی ضد ہے۔اس کے معنی ہی سلامتی کے ہیں۔انسانی زندگی کے کسی ایک شعبہ میں نہیں بلکہ تمام شعبوں میں یہ مطلوب ہے۔اگر کوئی معاشرہ میں بگاڑ اور بدامنی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسلام کی نظر میں ایسا شخص مجرم ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کی تخلیق فرما کر اسے بہت سارے حقوق سے بھی نوازا ہے اور اپنی دوسری تمام مخلوقات پر اسے فضیلت بھی عطا کی ہے۔جس کے بعض پہلوؤں کا ذکر قرآن میں صراحۃً اور بعض کا کنایۃً کیا گیا ہے۔ایک جگہ فرمایا گیا:

''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ ءَادَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُم مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا۔''(بنی اسرائیل:۷۰)

(یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں

اوران کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔)

ایک دوسرے مقام پر انسان کو بہترین خلقت قرار دیتے ہوئے فرمایا گیا:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم۔"(التین: ٤)

(ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر پوری انسانیت کو قابل تکریم قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ شریفانہ اور ہمدردی کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی گئی اوراس کے ساتھ سختی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔اگر کسی معقول وجہ سے حالات دگرگوں ہوجائیں اور ملک میں بدامنی اور خوف کی فضا طاری ہوجائے تو اس وقت اسلام جوحکم دیتا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں،تمام آسمانی مذاہب میں اس کی تعلیم وتلقین کی گئی ہے۔

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کواس بات کی بھی تاکید فرمائی کہ دین اسلام کے قبول کرانے میں سختی سے کام نہ لیا جائے ،قول حسنہ کے ذریعہ دین کی اہمیت وافادیت واضح کی جائے ۔اس کے بعد جس کا جی چاہے اسے قبول کرے یا نہ کرے ۔ارشادربانی ہے:

"وَقُل لِّلَّذِیْنَ أُوْتُواْ الْکِتَابَ وَالأُمِّیِّیْنَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُواْ فَقَدِ اهْتَدَواْ وَّإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلاَغُ۔"(آل عمران : ۲۰)

(پھر اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں سے پوچھو:"کیاتم نے بھی اس کی اطاعت وبندگی قبول کی" اگر کی تو وہ راہ راست پاگئے اور اس سے منہ موڑا تو تم پرصرف پیغام پہنچادینے کی ذمہ داری تھی۔)

ایک دوسرے مقام پرفرمایا گیا کہ تم لوگوں کو ہرگز زبردستی اسلام قبول نہیں کراسکتے :

"أَفَأَنتَ تُکْرِهُ النَّاسَ حَتَّی یَکُونُواْ مُؤْمِنِیْنَ۔"(یونس: ۹۹)

(پھر کیا تو لوگوں کومجبور کرے گا کہ وہ مومن ہوجائیں۔)

بلکہ صاف اورسیدھے لفظوں میں یہ فرمایا گیا:

"لَاإِکْرَاهَ فِیْ الدِّیْنِ قَد تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ۔"(البقرہ: ۲۵٦)

(دین کے معاملہ میں کوئی زوروزبردستی نہیں،صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔)

دینی معاملات میں جبر و تشدد سے احتراز کرنے کے ساتھ غیر مسلموں کے مذہبی مقامات کی حفاظت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً۔" (الحج: ٤٠)

(یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے، صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے "ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں۔)

غیر مسلموں کے ساتھ سلوک سے متعلق قرآنی ہدایات

اسلام کا خدا صرف رب المسلمین ہی نہیں بلکہ رب العلمین بھی ہے۔ اس کا رسولؐ رحمۃ للمسلمین ہی نہیں رحمۃللعلمین بھی ہے۔ اس کی تعلیم آفاقی و ابدی ہے اور اس کا مخاطب دنیا کا ہر آدمی ہے۔ اس لیے اسلامی نظام قانون کے مطابق مسلمانوں کی طرح غیر مسلم کی بھی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہے۔ اس کے نزدیک پوری انسانیت ایک خاندان اور کنبہ ہے، جہاں تفریق ذات کا نہ کوئی تصور ہے، نہ زور وزبردستی کی کوئی گنجائش اور نہ ہی دوسرے مذہبوں کے متبعین کی دل آزاری کی اجازت ہے۔ اسلام سختی اور تشدد کرنے والوں کی پرزور مذمت کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا كُوْنُوا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ "(المائدہ:۸)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔)

ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

"وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔"(الفرقان: ٦٣)

(رحمٰن کے اصلی بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔)

جنگ اور فساد کے ذریعہ سماج ومعاشرے میں جو بدامنی پھیلتی ہے اور بے ایمانی کا دور دورہ ہوتا ہے، اس کے نتیجے میں جو نقصانات ہوتے ہیں اس کی وضاحت اور ممانعت کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

"وَلَاتَبْخَسُوالنَّاسَ اَشْيَاءَ هُمْ وَلَاتُفْسِدُوافِى الْاَرْضِ بَعْدَاِصْلَاحِهَا۔" (الاعراف:۸۵)

(اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو، جب کہ اصلاح ہوچکی ہے۔)

کفار ومشرکین دین کے کھلے ہوئے دشمن ہیں۔باوجود اس کے ان کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کیا جانا چاہیے،قرآن کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"وَلَاتَسُبُّواالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوااللّٰهَ عُدْواًبِغَيْرِعِلْمٍ۔"(الانعام:۱۰۸)

(اے مسلمانوں) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔)

دنیائے انسانیت کے سامنے دین اسلام کو کس طرح پیش کیا جائے گا،اس کے متعلق قرآن کا رہنما اصول یہ ہے:

"اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ، وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَاَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَاَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔" (النحل:۱۲۵-۱۲۶)

(اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہ راست پر ہے اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو۔لیکن اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والے ہی کے حق میں بہتر ہے۔)

اگر کفار ومشرکین ایمان نہ لائیں اور وہ جنگ سے بھی الگ تھلگ رہیں،اور وہ اسلامی ملک ہی میں رہنا چاہیں تو پھر اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ اس سلسلے میں قرآن کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں:

"قَاتِلُواْ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُواْ الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُواْ الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُوْن۔" (التوبہ:۲۹)

(جنگ کرو اہل کتاب سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام نہیں کرتے اور اللہ کے دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔)

مذکورہ وضاحت سے یہ بات عیاں ہوجاتی کہ اسلام نے اہل ایمان کو کسی کے ساتھ جبر واکراہ کرنے سے منع کیا ہے۔ نبیؐ نے ان ہدایات کی خلاف ورزی کی، اس کی توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی، کیوں الٰہی احکام کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کے لیے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا۔ خود آپ کا شروع سے آخر تک غیر مسلموں کے ساتھ جو سلوک رہا اور آپؐ نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو ہدایات فرمائیں اس کا پورا ریکارڈ ذخیرہ احادیث میں موجود ہے۔ جس کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

اس تفصیل کے بعد درج ذیل سطور میں عہد نبوی کی جنگوں کا تجزیہ اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے:

۱-ہجرت مدینہ پر کفار مکہ اور مدینہ کے یہودی اور منافقین کا ردعمل:

جن لوگوں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا اور ان کا سینہ ایمانی بصیرت سے منور ہوا، انہیں دیکھ کر کفار مکہ تلملا گئے اور ان کا جوش غضب بھڑک اٹھا اور وہ انہیں طرح طرح کی ناقابل برداشت اذیت دینے لگے۔ خود نبی اکرم کو کفار ومشرکین نے شدید تکالیف پہنچائیں، یہاں تک کہ منصوبہ بند طریقے سے آپؐ کے قتل پر بھی آمادہ ہوگئے۔ اسی عالم میں جب کہ کار نبوت کے ۱۲ر سال گزر چکے تھے، آپؐ اور آپ کے صحابہ کی پریشانی اور حزن وملال کو دیکھ کر اللہ تبارک وتعالی نے ہجرت کا حکم دیا۔ اکثر اہل ایمان مال ودولت اور زمین و جائداد، عزیز واقارب اور سب کچھ چھوڑ کر بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ آگئے ۔ یہاں کے مسلمانوں نے آپ کا اور آپؐ کے ساتھیوں کا والہانہ استقبال کیا۔ حضورؐ کی آمد پر نہ صرف مسلمانوں کو حددرجہ خوشی ہوئی، بلکہ یہاں کے یہودیوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ آپ کی مدد اور رہنمائی سے کفار (عیسائیوں) پر ہم کو نصرت وفتح اور برتری حاصل ہوگی۔ (۳)

جس وقت حضورؐ مدینہ میں داخل ہورہے تھے، انہی دنوں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول مدینہ کا سردار بننے والا تھا، اس کی تاج پوشی کی ساری تیاری بھی ہوگئی تھی۔ لیکن حضورؐ کے مدینہ پہنچنے سے اس کا خواب چکنا چور ہوگیا اور لوگوں کی توجہ ادھر سے ہٹ کر نبیؐ پر مرکوز ہوگئی۔ اس طرح اس کی عداوت محمدؐ سے ٹھن گئی۔ بعض وجوہ سے وہ کھلے عام حضورؐ سے کچھ کہنے کی جرأت تو نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن وہ درپردہ منافقانہ رول ادا کرنے لگا۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''عام خیال یہ ہے کہ اسلام جب تک مکہ میں تھا مصائب گوناگوں کا آماج گاہ تھا، مدینہ آکر اس کی کلفتیں دور ہوئیں، مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ مکہ میں جو مصیبت تھی، گو سخت تھی لیکن تنہا اور منفرد تھی، مدینہ میں آکر وہ متعدد اور گوناگوں بن گئی۔ مکہ کل ایک قوم تھا، مدینہ میں انصار کے ساتھ یہود بھی تھے، جو عادات وخصائل، مذہب اور دیانت میں انصار سے بالکل مختلف اور ان کے حریف مقابل تھے۔ اس پر ایک تیسری قسم (منافقین) کا اضافہ ہوا، جو مار آستین ہونے کی وجہ سے دونوں سے زیادہ خطرناک تھے۔ مکہ اگر قابو میں آجاتا تو حرم کی وسعت اثر کی وجہ سے تمام عرب کی گردنیں خم ہو جاتیں، لیکن مدینہ کا اثر چار دیواری تک محدود تھا۔ مدینہ اب بیرونی خطرات سے بالکل مطمئن تھا، لیکن رسول کی قیام گاہ ہونے نے اس کو قریش کے غیظ وغضب کا تاراج گاہ بنا دیا۔'' (۴)

۲-میثاق مدینہ کے ذریعہ مدینہ کے داخلی انتشار کا انسداد:

اوس وخزرج مدینہ کے اہم قبائل تھے۔ یہ لوگ پرانی رنجش کی بنا پر باہم دست وگریباں بھی رہتے تھے۔ اس سے کبھی کبھی مدینہ کی فضا مسموم ہو جاتی تھی۔ (۵) ادھر یہودیوں کے تین معروف قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ یہیں بسے ہوئے تھے۔ اہل کتاب ہونے کی بنا پر وہ مدینہ میں اپنی فوقیت بھی جتاتے اور برتری کی وجہ سے بعض وقت یہاں کے اصل قبائل سے لڑتے بھڑتے بھی رہتے تھے۔ آپؐ نے لوگوں کو اس مناقشت اور لڑائی بھڑائی سے روکنے کے لیے نہایت حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے ایک میثاق تیار کیا۔ جو 'میثاق مدینہ' کہلاتا ہے۔ یہ تقریباً ۵۲ رنکات /وفعات پر مشتمل ہے۔ ۲۵ردفعات کا تعلق تو مسلمانوں سے ہے اور ۲۷ر کا تعلق دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے ہے۔ اس میں تمام لوگوں کے حقوق کی رعایت کی گئی اور زور دیا گیا کہ تمام قبائل اور مذاہب کے لوگ آپس میں اتحاد واتفاق سے رہیں گے، ناگہانی کوئی واقعہ یا حادثہ پیش آجائے تو سب مل کر اس کا دفاع کریں گے، ہر کسی کو اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی کھلی آزادی حاصل رہے گی اور اگر کوئی بیرونی مدینہ پر حملہ آور ہوتا ہے یا اس کے کسی فرد کو اذیت پہنچاتا ہے تو اس کے تدارک کے لیے تیار رہیں گے اور ہر طرح سے اس کی مدد کریں گے۔ (۶) اس میثاق کی رو سے بہ ظاہر مدینہ ہر طرح کے داخلی وخارجی خطرات اور اندیشوں سے محفوظ ہو گیا۔ مگر اندرونی طور پر دشمنان دین اپنی تخریب کاری سے باز نہ آئے۔

۳-قریش کی دھمکی اور اس کا اثر محمدؐ پر:

ادھر کفار مکہ کو مسلمانوں کی پوزیشن کا علم ہوا تو ان کی دشمنی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ انہیں یہ بات برداشت نہ ہوئی کہ مسلمان دوسرے ملک میں آسودگی سے زندگی بسر کریں۔ اس طرح یہ لوگ آگے چل کر خود مکہ کے لیے خطرہ

بن سکتے ہیں۔لہٰذا قریش مکہ نے فوری کوئی بڑی کاروائی کرنے سے پہلے یہاں کے رئیس عبداللہ بن ابی بن سلول کو ایک دھمکی بھرا خط لکھا اور زور دیا کہ تم محمدؐ کو ان کے صحابہ سمیت مدینہ سے نکال باہر کر دیا ان سب کا قتل کردو، ورنہ ہم اپنی پوری جمعیت کے ساتھ تم پر دھاوا بول دیں گے اور سب کو فنا کردیں گے اور تمہاری عورتوں کی عزت پامال کردیں گے۔(۷) گو کہ اس خط سے منافقوں کا سینہ کشادہ ضرور ہوا، مگروہ کھلے عام مہاجرین کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ادھر قریش مکہ نے مسلمانوں کو بھی کہلا بھیجا کہ تم مغرور نہ ہونا کہ مکہ سے بچ کر نکل گئے، ہم مدینہ پہنچ کر تمہارا صفایا کرسکتے ہیں۔(۸) اس دھمکی سے مسلمانوں پر یہ واضح ہوگیا کہ یہ لوگ اب بھی مسلمانوں کے شدید دشمن بنے ہوئے ہیں اور ان کے وجود کو ختم کرنے کے لیے وہ کبھی بھی مدینہ پر حملہ کرسکتے ہیں۔آئے دن مسلمانوں کو نئی نئی خبریں مل رہی تھیں۔جس سے ان پر پژمردگی چھائی رہتی تھی۔اس خطرہ کی وجہ سے حضورؐ رات رات بھر جاگ کر گزارتے کہ مبادا کوئی مدینہ پر رات کی تاریکی میں حملہ نہ کردے۔ایک رات کی بے چینی کو دیکھ کر سعد بن وقاص نے پہرہ دیا۔(۹) مکہ سے نکل جانے کے بعد بھی قریش نے مسلمانوں کو سکون سے رہنے نہ دیا۔جب تک انہوں نے کوئی بڑی فوجی کاروائی نہ کی مسلمانوں کو اپنے تفوق کی بنا پر ڈراتے دھمکاتے اور افواہوں کے زور پر ہراساں کیے رہے۔

۴-اردگرد کے قبائل میں قریش مکہ کی پوزیشن مستحکم تھی:

قریش مکہ کو خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے سارے عرب میں تفوق حاصل تھا اور وہ لوگ قریش کا احترام کرتے تھے۔(۱۰) اگر قریش مکہ کسی بھی وقت مسلمانوں پر حملہ کرتے تو اردگرد کے قبائل قریش مکہ کا ساتھ دینے سے نہیں چوکتے۔نیز قریش مکہ کا تجارتی سفر بھی اسی راستے سے ہوتا تھا، اس لیے ان کے تعلقات ان قبائل سے مستحکم تھے اور وہ ان کی آواز پر مرمٹنے پر تیار ہوجاتے۔جب کہ مسلمانوں کا کوئی معاون اور مددگار نہ تھا۔سوائے اوس وخزرج کے، مگر ان کی تعداد بہت کم تھی اور یہ اپنے اندرونی اختلاف میں الجھے ہوئے تھے۔ان کے تعلقات بھی قرب وجوار کے قبائل میں بہ منزلہ صفر تھے۔ان حالات سے دوچار ہوکر اللہ کے رسولؐ نے اردگرد کے قبائل میں اپنے آدمیوں کو بھیجنا شروع کیا، تاکہ اس سے دو فائدے حاصل ہوں۔ایک یہ کہ قریش مکہ کی فوجی کاروائیوں کی خبر قبل از وقت ملتی رہے، دوسرے ان قبائل سے قربت بڑھتی رہے اور انہیں بھی معاہدے میں شامل کیا جاسکے۔

۵-زیارت خانہ کعبہ پر مسلمانوں کے لیے پابندی:

ہجرت کے کچھ ماہ بعد حضرت سعد بن معاذؓ عمرہ کی نیت سے مکہ گئے اور اپنے دوست وحلیف امیہ بن خلف کے یہاں ٹھہرے۔ایک دن انہیں کے ساتھ طواف کعبہ کے لیے نکلے۔راستے میں ابوجہل سے ملاقات ہوگئی۔ ابوجہل نے امیہ سے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ اس نے کہا یہ سعدؓ ہیں۔اس پر ابوجہل نے سخت لہجے میں کہا کہ تم نے

'بددین' کو اپنے یہاں پناہ دے رکھی ہے۔ میں کبھی یہ پسند نہیں کرسکتا کہ مسلمان خانہ کعبہ کا طواف کریں۔ بہ خدا اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے تھے۔اس پر حضرت سعدؓ نے کہا اگر تم نے ہمیں زیارت خانہ کعبہ سے روکا تو ہم تمہارا مدینے کا راستہ روک دیں گے۔ مطلب یہ تھا کہ تم بھی میری گرفت سے نکل کر نہیں جاسکتے۔شام کے تجارتی سفر کے لیے تمہیں ہمارے علاقے سے ہی گزرنا ہوگا۔ہم وہاں پہنچ کر تمہارا راستہ روک دیں گے۔ اس واقعہ سے مسلمانوں پر یہ بھی واضح ہوگیا کہ اب ان کے لیے خانہ کعبہ کے دروازے بند ہوگئے اور وہ آئندہ حج کی سعادت سے مرحوم رہیں گے۔ یہ قریش کا کوئی معمولی اقدام نہ تھا جسے مسلمان برداشت کر لیتے۔

٦-مسلمانوں کے لیے مدافعانہ جنگ لڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا:

پورا مکہ آپ کا دشمن تو تھا ہی، ان کی شہ پر مکہ ومدینہ کے راستے اور قرب وجوار میں جو لوگ تھے وہ بھی آپ کے دشمن ہوگئے۔عبداللہ بن ابی سلول کے منصوبہ کی تکمیل نہ ہونے کی بنا پر وہ مسلمانوں سے کبیدہ ہوگیا تھا۔ پھر جب قریش مکہ کی شہ ملی تو اس کی عداوت اور زیادہ بڑھ گئی۔ یہودیوں نے بلاوجہ آپ کو اپنا دشمن سمجھ لیا۔ اس طرح کے حالات میں اگر کوئی گروہ گھر جائے اور اس کے لیے اپنے وجود اور تشخص کو بحال کرنے کی کوئی متبادل سبیل نہ ہو تو کیا کرے۔اس کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ ہر دو صورت میں مرنا ہے اگر خدا کے حکم سے کامیابی مل گئی تو یہ بڑی کامیابی ہوگی۔اس کے بعد پھر کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکے گا۔

ایسے ہی نازک وقت اور کس مپرسی کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب بندوں اور خاص کر اپنے نبیوں کو ان بندشوں سے آزاد فرماتا ہے جس کی وجہ سے ان پر ظلم وتعدی کی جاتی ہے۔چنانچہ اب وہ وقت آگیا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ کھول دیئے جائیں اور انہیں حکم دیا جائے کہ جو لوگ تمہیں ستانے پر تلے ہوئے ہیں اور تمہارے وجود کو فنا کرنے پر کمربستہ ہیں، ان کا مقابلہ کرو اور انہیں کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

”أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ-الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۔“(الحج: ۳۹-۴۰)

(اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے، کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے، صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے: ”ہمارا رب اللہ ہے۔“)

انتہائی سنگین اور نازک حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو دفاعی جنگ کا حکم دیا۔ہوسکتا ہے کہ کوئی بد باطن یہ کہے (جیسا کہ معاندین اسلام کہتے ہیں) محمدؐ نے بلاوجہ لوگوں سے جنگ کی اور ان کی خون بہایا۔

اس لیے آئندہ پیدا ہونے والے اس الزام اور بہتان کی جڑ ہی کاٹ کر رکھ دی گئی اور صاف صاف فرمادیا گیا کہ ان لوگوں کو یوں ہی جنگ کی اجازت نہیں دی جارہی ہے اور بلاوجہ نبیؐ لوگوں سے جنگ نہیں لڑرہے ہیں، بلکہ یہ مظلوم ہیں، انہیں ستایا گیا اور گھروں سے نکالا گیا اور باوجود اس کے انہیں سکون سے رہنے نہیں دیا گیا۔ اس لیے اپنے دفاع میں یہ اقدام کررہے ہیں۔

اسی سورہ میں آگے اس بات کی بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ یہ اجازت محض جنگ برائے جنگ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کو دنیا میں نافذ کریں:

"الَّذِيْنَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِيْ الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔" (الحج:٤١)

(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔)

اقتدار یا زمام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دی جاتی ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ یہ بھی بتادیا کہ ایسے ہی لوگوں سے ہم نفاذ دین کی توقع رکھتے ہیں۔ لیکن چوں کہ یہ بھی انسان ہیں۔ بغیر کسی قید وبند کے انہیں مقابلہ کرنے کی اجازت دے دی جائے تو ہوسکتا ہے کہ انتقام کی رو میں بہہ کر وہ حد سے تجاوز کرجائیں، اس لیے سخت حد بندی بھی کردی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِيْنَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْن۔" (المائدہ:٨)

(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے ہو، کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ، عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔)

جہاں جہاں قرآن میں اس طرح کی ہدایات ملتی ہیں، اس کے سیاق وسباق سے یہ وضاحت ضرور ہوتی ہے کہ یہ جنگ بس اللہ کی رضا کی خاطر ہونی چاہئے، نہ کہ لوٹ مار اور قتل وخوں ریزی کی نیت سے۔

۷- باوجود اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلح کے خواہاں تھے:

اس کے باوجود نبیؐ اس بات کے خواہاں تھے کہ دونوں فریقوں کے درمیان جنگ کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ اسی

غرض کے لیے قرب وجوار کے علاقوں میں وفود روانہ کئے، تا کہ قریش مکہ اپنی تجارت کا خطرہ محسوس کر کے مسلمانوں سے صلح کا ہاتھ بڑھائیں۔ ہم اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے کہ غزوہ بدر سے قبل کتنے وفود اور سرایا بھیجے گئے۔ لیکن ان کے اصل مقاصد کیا تھے؟ مندرجہ ذیل اقتباس کے ذریعہ اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''غرض ان حالات کی بنا پر غزوہ بدر سے پہلے سو سو پچاس کی ٹکڑیاں مکہ کی طرف روانہ کی جانے لگیں ابواء کی مہم سے پہلے بذات خاص آپؐ نے کسی مہم میں شرکت نہیں کی۔ اس ابوا کی مہم سے پہلے جو صفر۲ھ میں واقع ہوئی اور جس میں آپ نے خود شرکت فرمائی تھی۔ ارباب سیر نے تین مہموں کا ذکر کیا ہے، جن کو ان کی زبان میں 'سریۂ' کہتے ہیں۔ سریہ حمزہ، سریہ عبیدہ بن حارث، سریہ سعد بن ابی وقاص۔ لیکن ان میں سے کسی مہم میں کوئی کشت وخوف نہیں ہوا، یا تو بیچ بچاؤ ہوگیا یا بچ کر نکل گئے۔ ارباب سیر نے ان سرایا کا مقصد یہ بتایا ہے کہ یہ قریش کے تجارتی قافلہ کو چھیڑنے کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ یعنی حضرت سعد کی تہدید کے مطابق ان کی شامی تجارت کو بند کرنا مقصود تھا۔ مخالفین کہتے ہیں کہ صحابہ کو غارت گری کی تعلیم دی جاتی تھی۔ لیکن یہ الزام کس قدر جہالت پر مبنی ہے کہ اول تو اسلام کی شریعت میں یہ سخت تر گناہ ہے، ثانیاً واقعہ کیا بتاتا ہے؟ کیا ان میں سے کسی مہم میں بھی یہ مذکور ہے کہ صحابہ نے قافلہ کا مال لوٹ لیا؟ ثالثاً اگر ان سرایا کا مقصد لوٹنا اور ڈاکہ ڈالنا ہی ہوتا تھا تو قریش کے قافلہ تجارت کے سوا یہ مقصد کہیں اور نہیں حاصل ہوسکتا تھا؟'' (۱۱)

۸-شروع ہی میں صلح ہوجاتی تو جنگ کی نوبت نہ آتی:

کون نہیں جانتا کہ عرب کی سرزمین برسہا برس سے غیر مامون تھی اور ان کے درمیان قتل وخوں ریزی کا لامتناہی سلسلہ جاری تھا۔ بات بات پر تلوار نیام سے نکل جاتی اور طاقت ور کم زور کی گردن اڑا دیتا تھا۔ حضورؐ کی نبوت کے صرف ۲۰ رسال بعد فتح مکہ کے ساتھ ہی پورے عرب میں امن وامان کی فضا طاری ہوگئی۔ اسی کے حصول کے لیے تو نبیؐ نے اتنی مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کی تھیں۔ حالانکہ حضورؐ چاہتے تو کفار ومشرکین سے جو جنگیں ہوئیں اس میں پہل کرتے اور مقصد حاصل کر لیتے۔ یقیناً حضورؐ کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی، مگر اقدامی جنگ کے ذریعہ نہیں بلکہ دفاعی جنگ کے ذریعہ۔ جنگ بدر تا جنگ احزاب ساری کی ساری جنگیں مدافعانہ تھیں۔ سب کی سب جنگیں یا تو مدینے کے قریب لڑی گئیں یا مکہ ومدینہ کے درمیانی مقام پر۔ مقام جنگ اس بات کے ثبوت ہیں کہ حملہ آور مشرکین تھے۔ جو اسلام کو مٹانے کے ارادے سے آئے تھے۔ مدافعت کا حق دنیا کا ہر قانون تسلیم کرتا ہے۔ خود

عیسائی کتب مقدسہ اس حق سے انکار نہیں کرتیں۔ عہدنامہ قدیم کی رو سے فیصلہ کیا جائے تو پورا مشرک عرب گردن زدنی قرار پائے گا اور مسلمانوں کو مدافعت کا پورا پورا استحقاق میسر تھا۔ (۱۲) تو پھر جنگوں کو مبنی بر ظلم قرار دینا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

۹-قریش مکہ کا مسلمانوں پر ابتدائی حملہ:

غزوہ بدر سے پہلے جو سرایا روانہ کیے گئے، ان میں سے کسی بھی سریہ میں قریش مکہ سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ البتہ ان سرایا کا ایک مفید نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آپؐ کے ذریعے مختلف قبائل کے درمیان عہد و پیمان ہوئے کہ یا تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے، یا پھر غیر جانب دار رہیں گے۔ اس سے قریش مکہ اپنے لیے خطرہ محسوس کرنے لگے۔ اسی بوکھلاہٹ میں 'کرز بن جابر فہری' نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کردیا اور مدینہ والوں کے مویشیوں کو بھگالے گیا۔ (۱۳) اس نازیبا حرکت کے ذریعہ قریش مکہ مسلمانوں کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ہم تین سومیل دور رہنے کے باوجود تمہارے گھروں سے مویشی بھگالے جاسکتے ہیں۔ تو پھر ہم تم پر کسی بھی وقت حملہ کرنے کی طاقت بھی رکھتے ہیں، اس لیے اپنی مختصر سی جماعت پر زیادہ مغرور ہونے کی کوشش نہ کرو۔ مسلمانون نے ان قریشی لٹیروں کا دور تک تعاقب کیا، مگر ان کو پانہ سکے۔ (۱۴)

۱۰-قریش کی جنگی کارروائیوں کا پتہ لگانا:

حضور اکرمؐ حالات کے پیش نظر چند افراد پر مشتمل قافلہ کو ادھر اُدھر بھیج دیا کرتے تھے، تاکہ قریش مکہ کی کاروائی کی خبر قبل از وقت ملتی رہے۔ اسی غرض کے لیے ایک مختصر دستہ عبداللہ بن جحش کی قیادت میں ہجرت کے ۱۷ ماہ بعد ماہ رجب میں روانہ کیا اور انہیں ایک بند تحریر بھی دی اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ جب تم دو دن کی مسافت طے کرلو تو اس خط کو کھولنا اور اس میں درج ہدایات پر عمل کرنا اور ساتھیوں میں سے کسی کو اس ہدایت پر عمل کرنے کے لیے مجبور نہ کرنا۔ چنانچہ جب یہ لوگ دو دن کی مسافت طے کرچکے تو اس خط کو کھولا تاکہ آپ کی ہدایات پر عمل کریں کہ اب کیا کرنا ہے۔ خط میں انہیں مندرجہ ذیل ہدایات کا علم ہوا:

> ''جب تم میری اس تحریر کو دیکھو تو یہاں تک چلو کہ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیانی نخلہ میں اتر واور وہاں رہ کر قریش (کی کارروائیوں) کی دیکھ بھال کرتے رہو اور ان کی خبروں سے ہمیں آگاہ کرو۔'' (۱۵)

یہ دستہ مکہ کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا اور یہاں سے قریش مکہ کی کارروائیوں سے آگاہی حاصل کی جاسکتی تھی۔ ٹھیک اسی مقام پر قریش کے ایک تجارتی قافلہ سے مسلمانوں کا آمنا سامنا ہوگیا۔ ان کے لیے کوئی چارہ نہ تھا

کہ وہ ان سے مقابلہ نہ کریں۔لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی جو اشہر حرم میں شامل ہے اور اس میں جنگ ممنوع ہے۔آپسی کی ردوقدح کے بعد بات طے پائی کہ ان پر حملہ کیا جائے۔اس جھڑپ میں قریش کا ایک آدمی مارا گیا۔کچھ بھاگ نکلے،دو کو مسلمانوں نے گرفتار کرلیا اور ان کے سامان پر قبضہ کرکے کامیاب وکامران مدینہ لوٹے۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی طرف سے کرز بن جابر فہری کے حملے کا جواب تھا۔جب یہ لوگ مدینہ پہنچے،قیدیوں اور مال غنیمت کو پیش کیا تو حضورؐ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم نے تمہیں حملہ کرنے کی اجازت تو نہیں دی تھی؟(۱۶)اور تم نے حرام مہینے میں جنگ کرکے سنگین جرم کیا ہے۔حالانکہ یہ ان کا جرم نہ تھا۔ کیونکہ رجب کی آخری تاریخ تھی اور سورج غروب ہو چکا تھا،شعبان کا مہینہ شروع ہوگیا تھا۔(۱۷) اس حملے پر مشرکین نے بھی واویلا مچایا اور ہر طرف سے سوال ہونے لگے۔چنانچہ اسی واقعہ سے متعلق اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل کی،جس میں فرمایا گیا کہ قریش کی زیادتیوں کے سامنے یہ واقعہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔(البقرۃ:۲۱۷)

۱۱-قریش نے بدر میں مقابلہ آرائی کے لیے مسلمانوں کو مجبور کیا:

غزوہ بدر کبریٰ کے واقع ہونے سے ایک مہینہ قبل خود حضورؐ ڈیڑھ یا دو سو صحابہ کو ساتھ لے کر مقام 'ذی عسیرہ' تک گئے تھے۔اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کے سراغ رساں دستہ نے آپ کو اطلاع دی کہ قریش کی ایک جماعت قریش کا مال تجارت لے کر شام کے لیے مکہ سے روانہ ہوچکی ہے۔اس کو پالینے کے لیے حضورؐ بہ سرعت تمام 'ینبوع' کے ایک مقام 'ذی عشیرہ' تک تشریف لے گئے۔اس کاروائی کا بس یہ مقصد تھا کہ آپ کا ان سے سامنا ہو اور ان سے براہ راست گفت وشنید کریں۔مگر جب حضورؐ مقام مذکور پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ قافلہ یہاں سے گزر چکا ہے۔

یہیں سے اسلامی تاریخ میں غزوات کے واقع ہونے کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔بیش تر مورخین اور اصحاب سیر لکھتے ہیں کہ جب مذکورہ قافلہ واپس آرہا تھا،جو اپنے ساتھ کثیر منافع اور مال ودولت رکھتا تھا،اس کے تعاقب کے لیے رسولؐ دوبارہ نکلے،جس کے نتیجے میں جنگ بدر کبریٰ واقع ہوئی۔اس قافلہ کا سردار ابوسفیان تھا اور ان کے ساتھ قریش کے دیگر بڑے سردار بھی تھے۔غور طلب بات ہے کہ کیا قریش مکہ نخلہ کے حملہ سے بے خبر تھے؟ کیا انہیں اندازہ نہیں تھا کہ مال ودولت سے بھرے اس قافلہ کو نبیؐ اور آپ کے اصحاب روکنے کی کوشش کریں گے؟انہوں نے مسلمانوں کے ارادے کو پوری طرح اندازہ کرلینے کے بعد ہی یہ سفر اختیار کیا ہوگا،تبھی تو وہ وقت سے پہلے ہی گزر گئے اور اپنے پیچھے نہایت رازدارانہ طریقے سے ایک فوجی دستہ کو چھوڑ دیا کہ جب واپسی میں ہم تم کو اپنی مدد کے لیے بلائیں تو فوراً متعینہ مقام پر پہنچ جانا۔چنانچہ قریش کا یہ قافلہ جاتے ہوئے مسلمان کی گرفت سے بچ نکلا،مگر واپسی کے وقت اسے یقین تھا کہ اب کی بار ضرور مسلمانوں سے آمنا سامنا ہوگا اور وہ ہمیں نقصان پہنچا کر

رہیں گے۔اس لیے ابوسفیان نے پہلے ہی مکہ خبر بھجوادی کہ ہمارا قافلہ خطروں میں گھر چکا ہے، ہماری مدد کے لیے پوری تیاری کے ساتھ پہنچو۔

کفار مکہ کی اس رازدارانہ کاروائی سے رسولؐ بے خبر نہیں تھے۔اب آپؐ کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ آگے بڑھ کر مقابلہ کریں اور آئندہ کے لیے قریش مکہ کے کسی بڑے حملے کی سنگینی سے محفوظ ہوجائیں۔اس مدافعانہ کاروائی میں شرکت کے لیے آپؐ نے اپنے اصحاب کے دلوں میں غیر معمولی جذبہ پیدا کیا، تاکہ دشمن کا مقابلہ پوری جمعیت کے ساتھ کیا جاسکے۔چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

''یہ قریش کا قافلہ ہے اس میں ان کے (مختلف قسم کے) مال ہیں، پس ان کی طرف نکلو، شاید اللہ تمہیں اس میں سے کچھ غنیمت دلادے۔''(۱۸)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ کی تیاری قریش مکہ نے پہلے سے ہی شروع کردی تھی۔فوجی قوت کی فراہمی اور نقل وحرکت کے انتظامات کے لیے درکار وقت کو بھی اس میں شریک کرلیا جائے تو منصوبہ ایسے وقت تیار کیا گیا جب ابوسفیان کا قافلہ ابھی شام سے روانہ بھی نہ ہوا تھا۔(۱۹) تاہم نبیؐ نے اپنی اس کاروائی کو اپنے صحابہ کے لیے بہت زیادہ ضروری نہیں سمجھا کہ اس میں شرکت سب کے لیے لازمی ہے۔جیسا کہ امام بخاری نے صراحت کی ہے۔(۲۰) اس کی تائید ابن ہشام کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بھی ہوتی ہے:

''لوگوں نے آپ کی ترغیب کا اثر قبول کیا اور بعض تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، البتہ بعض نے سستی کی۔اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے خیال کیا کہ رسولؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ جنگ درپیش ہے۔''(۲۱)

مسلمانوں کو مکہ سے نکل جانے کے لیے قریش نے مجبور کیا تھا۔اگر تاخیر کرتے تو مزید جان کی ہلاکت کا خطرہ ہوسکتا تھا۔اس لیے من جانب اللہ حکم ملتے ہی مسلمانوں نے آناً فاناً وہاں سے نکلنا شروع کردیا اور انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں مدینہ پہنچے۔اس طرح ان کی مالی حالت بڑی خراب ہوگئی تھی۔بعض لوگوں کے گھروں میں غربت وافلاس کی بنا پر کئی کئی شام تک چولہا نہ چلتا تھا۔ادھر مسلمان اس پریشانی سے نکلنے کی کوشش بھی کررہے تھے کہ قریش کے حملہ کی خبر نے انہیں مزید پریشانی میں مبتلا کردیا تھا۔جب کہ قریش مکہ نے مہاجرین کے تمام مال وجائداد کو اپنے قبضہ میں کرلیا تھا۔ان سب وجوہات کے پیش نظر نبیؐ نے اس دستہ پر اچانک حملہ کرنے کی ترغیب دی کہ اگر اس میں کامیابی مل گئی تو اس خسارہ کی تلافی ہوجائے گی اور اگر وہ کسی طرح ہماری دسترس سے نکل گئے تو قابل افسوس بات بھی نہ ہوگی۔چنانچہ اللہ کے رسولؐ نے معمولی سواری اور جنگی اسلحہ کو جمع کیا اور ۳۱۳ صحابہ کے ساتھ مدینہ

سے نکلے اور مقام بدر پر پہنچ کر مکی فوج اور قافلہ کا انتظار کرنے لگے۔

ادھر قریش کا میر کارواں ابوسفیان حددرجہ محتاط اور چاق وچوبند تھا۔ وہ مدینہ کی طرف سے آنے والے ہر آدمی اور قافلہ سے کسی بڑی جمعیت کے راستہ میں اکٹھا ہونے کے بارے میں پوچھ تاچھ کرتا رہتا تھا۔ لہٰذا اسے جلدی ہی معلوم ہوگیا کہ قریشی قافلہ پر حملہ کرنے کے لیے محمدؐ اپنی فوج لے کر مدینہ سے خروج کرنے والے ہیں۔ چنانچہ اس نے فوراً ایک آدمی کو مکہ بھیج دیا، جو اہل مکہ کو خبر دے کہ مسلمان قافلہ کو لوٹنے کے لیے تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس لیے اپنے مال کی حفاظت اور ہمارے تعاون کے لیے جلد پہنچیں۔ اس خبر کے ملتے ہی سارا مکہ ابوسفیان کی مدد کو نکل پڑا۔ یہ دستہ ایک ہزار نفوس پر مشتمل تھا اور پوری طرح آلات حرب سے مزین تھا۔ اچانک کی تیاری میں اتنا سازوسامان اور اتنی تنظیم نہیں ہوسکتی۔ اس لیے لامحالہ یہ تسلیم کرنے پڑے گا کہ وہ پہلے سے ہی اس کی تیاری کررہے تھے۔ البتہ بعد میں اس کاروائی کو قافلہ کی حفاظت کا نام دیا گیا۔

جب حضورؐ بدر کے مقام پر پہنچے تو ابوسفیان کا قافلہ راستہ بدل کر یہاں سے نکل چکا تھا۔ حالانکہ ابوسفیان کے قافلہ کے بچ نکلنے کی خبر قریش کے اس دستہ ہوگئی تھی جو اس کی مدد کے لیے آرہا تھا۔ اب مسلمانوں سے لڑنے کی کوئی وجہ نہیں تھی اور اسے بھی مکہ لوٹ جانا چاہئے تھا۔ بعض لوگوں نے اس دستہ کے سپہ سالار ابوجہل سے کہا بھی کہ چوں کہ ہمارے آدمی اور اموال محفوظ ہیں۔ ابوسفیان بچ کر مکہ کی طرف روانہ ہوچکا ہے، اس لیے اب جنگ کی کوئی بات نہیں، ہم مسلمانوں سے لڑے بھڑے بغیر اپنے وطن لوٹ جائیں۔ مگر ابوجہل نے ان لوگوں کی بات نہ مانی اور ابن ہشام کے بقول ابوجہل نے اپنے ساتھیوں کو مسلمانوں سے مقابلہ آرائی کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کے ذریعہ جوش دلایا:

> ''واللہ! جب تک ہم بدر نہ پہنچ جائیں نہیں لوٹیں گے (بدر عرب کے میلوں میں سے ایک تھا، جہاں ان کے لیے ہر سال بازار لگتا تھا) وہاں تین دن رہیں گے، کاٹنے کے قابل جانور کاٹیں گے۔ کھانا کھلائیں گے، شراب پلائیں گے، گانے والیاں ہمارے سامنے گائیں گی، عرب میں ہماری شہرت ہوگی۔ ہمارے جانے اور اکٹھے ہونے کی خبر پھیلے گی۔ پھر ہمارا رعب داب ان پر چھا جائے گا۔ اس لیے چلنا چاہئے۔'' (۲۲)

قریش مکہ نے مسلمانوں کو اپنی طاقت اور افواہ کے زور پر ایک بڑی جنگ برپا کرنے کے لیے مقام بدر تک کھینچا گیا۔ تا کہ اپنی عداوت کی بھڑاس دل کھول کر نکال سکیں۔ ابوجہل موج مستی کرنے کے لیے اپنے ساتھیوں کو لے کر میدان بدر میں ہرگز نہیں پہنچا تھا، بلکہ وہ اس بہانے مسلمانوں سے لڑنا چاہتا تھا۔ چوں کہ مسلمان کسی بڑی

جنگ کی نیت سے نہیں آئے تھے، اس لیے حضورؐ نے اس نازک وقت میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ مہاجرین اور انصار سب نے بیک زبان کہا کہ ان کا مقابلہ کیا جائے اور اس کے لیے ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت سعد بن معاذؓ نے حضورؐ کو اپنی تقریر کے ذریعہ اپنی مدد اور ہر موقع پر آپ کا ساتھ دینے کا یقین دلایا۔ ان کی تقریر سن کر اللہ کے رسول کو مہاجرین کی طرف سے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ اس پر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

> ''چلو اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے مجھ سے دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ اس وقت گویا میں بے شبہ ان لوگوں کے پچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔''(۲۳)

۳۱۳ اور ۱۰۰۰ ہزار کا کیا مقابلہ، وہ بھی اس حال میں کہ مسلمان خالی ہاتھ تھے۔ لیکن چونکہ یہ حق و باطل کا پہلا معرکہ تھا۔ اس لیے مسلمانوں کے حوصلے بلند تھے۔ ان کی ساری توجہ نصرت الٰہی پر مرکوز ہو گئی۔ آپؐ نے اپنے رب کے حضور دعا کی:

> ''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ اور قرار پورا کر۔ یا اللہ اگر تیری مرضی یہی ہے (کہ یہ کافر غالب ہوں) تو پھر زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔''(۲۴)

یہ دعا اس بات کو واضح کرتی ہے آپ کم زور تھے اور قریش مکہ طاقت ور اور مسلمانوں نے یہ جنگ اپنے ذاتی مفاد اور مال و دولت کے حصول کے لالچ میں نہ کی تھی بلکہ اللہ کی رضا اور اس کے دین کو دنیا میں غالب و نافذ کرنے کے لیے کی تھی۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی نصرت و مدد فرمائی:

> ''أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلاۤئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔'' (الانفال:۹)
>
> (میں تمہاری مدد کے لیے پے درپے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں۔)
>
> ادھر اللہ نے فرشتوں کو وحی کی:
>
> ''أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُواْ الَّذِيْنَ آمَنُواْ سَأُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ الرَّعْبَ۔''(الانفال:۱۲)
>
> (میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو۔ میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔)

نتیجہ یہی برآمد ہوا کہ قریش مکہ اس ابتدائی جنگ میں شکست سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں کو کامیابی اور سرخروئی حاصل ہوئی۔ اس فتح اور قریش کی شکست کی خبر مکہ پہنچی تو لوگوں کو یقین نہ آیا اور جو یہ خبر لایا تھا اسے مجذوب اور پاگل کہا گیا۔ یہاں تک کہ ان پر حقیقت واضح ہو گئی تو ان کی سربلندی خاک میں مل گئی اور وہ کسی کو منہ دکھانے

کے لائق نہ رہے۔ ادھر مدینہ کے یہود اور منافقین اس فتح پر انگشت بدنداں ہو گئے۔

۱۲-ابوسفیان نے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر کے اپنی قسم پوری کر لی:

قریش مکہ اب بھی سکون سے نہ بیٹھے اور بدر کی شکست کا بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ یہاں تک کہ ابوسفیان نے قسم کھائی کہ جب تک محمدؐ سے فیصلہ کن جنگ نہ کر لوں گا اس وقت تک جنابت کے سبب سے بھی غسل نہ کروں گا اور پانی کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ اپنی قسم کو پوری کرنے کے لیے دو سو سواروں کو ساتھ لیا اور مدینہ کے قریب ایک پہاڑی کے دامن میں اترا، اپنے لشکر کو اس نے وہیں ٹھہرایا اور خود رات کی تاریکی میں مدینہ کے یہودی بنونضیر کے حی بن اخطب کے گھر پہنچا تو اس نے ملنے سے انکار کر دیا۔ وہاں سے لوٹا تو سلام بن مشکم کے پاس گیا۔ اس نے اسے مہمان بنایا اور مسلمانوں کے رازوں کی خبر دی۔ پھر وہ رات کے آخری حصے میں پو پھٹنے سے قبل ہی وہاں سے نکل گیا۔ یہاں تک کہ جاتے جاتے مدینہ کے ایک کنارے 'عریض' کے مقام پر واقع ایک نخلستان میں آگ لگا دی اور ایک انصاری سعد بن عمر اور ان کے حلیف کو کھیت میں تنہا پا کر قتل کر دیا اور فرار کی راہ لی۔ حضورؐ کو قریش کے اس حملہ کی خبر ہوئی تو اپنے صحابہ کو اس کے پیچھے دوڑایا، مگر اس کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔(۲۵) اس حملہ کے ذریعہ ابوسفیان نے اپنی قسم تو پوری کر لی، مگر خواہ مخواہ مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ تم بھی قریش پر حملہ کرو۔

۱۳-بنوقینقاع کی معاہدہ شکنی اور اس کا انجام:

مدینہ میں آباد یہودیوں کا ایک قبیلہ بنوقینقاع بھی تھا۔ مسلمانوں کو غزوہ بدر میں شاندار کامیابی ملی تو گویا ان کے سینے پر سانپ لوٹ گیا اور وہ اندر سے جل بھن سے گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی عہد شکنی کی۔(۲۶) اس پر اللہ کے رسول نے انہیں سمجھایا:

"اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو کہیں قریش کی سی سزا کا نشانہ نہ بن جاؤ اور اسلام اختیار کرو۔"(۲۷)

اس پر بنوقینقاع کا جو ردعمل ہوا وہ انتہائی افسوس ناک تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کی غیرت کو للکارتے ہوئے بھرے مجمع میں کہا:

> "اے محمد تم سمجھتے ہو کہ ہم بھی تمہاری قوم کی طرح ہیں۔ تم اس دھوکے میں نہ رہنا۔ تم نے ایسے لوگوں سے مقابلہ کیا ہے، جنہیں جنگ کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ اس لیے ان پر قابو پالیا۔ ہماری حالت یہ ہے کہ واللہ! اگر ہم تم سے جنگ کریں گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم خاص قسم کے لوگ ہیں۔"(۲۸)

اس طرح بنوقینقاع نے بے وجہ مسلمانوں سے لڑنے بھڑنے کی بحث چھیڑ دی۔ یہاں تک کہ ایک دن خود اپنی

بد باطنی کی وجہ سے اس کا موقع بھی فراہم کردیا کہ ان پر سختی کی جائے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ ایک مسلمان عورت سامان فروخت کرنے کی غرض سے بنوقینقاع کے دکاندار کے یہاں گئی۔ دکاندار نے اس کے ساتھ شرارت کی اور اسے ننگا کردیا اور اس کا مذاق اڑانے لگا۔ خاتون نے اپنی مدد کے لیے آواز لگائی۔ ایک مسلمان آیا اور دکان دار کا قتل کردیا۔ یہودیوں نے جوابی حملہ کیا اور اس مسلمان کو بھی شہید کردیا۔ اس پر فضا کشیدہ ہوگئی۔ مقتول مسلمان کے اقربا اور ان کے حلیف بگڑے تو پوری آبادی مسلم آبادی پر ٹوٹ پڑی۔ اس فساد کو ختم کرنے کے لیے بنو قینقاع کے خلاف تادیبی کاروائی کی گئی۔ انہوں نے قلعہ بندی کر کے جنگ کی حالت پیدا کردی۔ ان کا محاصرہ کیا گیا۔ باہر سے کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا تو انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جرم جیسا تھا اس کے مطابق انہیں سزا نہیں دی گئی۔ عبداللہ بن ابی سلول درمیان میں آ گیا اور نبیؐ سے گستاخانہ لہجے میں درخواست کی کہ میرے دوست اور حلیف کے ساتھ رحم کا معاملہ کیجئے۔ (۲۹) اس منافق کے اس رویے پر قرآن کی آیت نازل ہوئی، جس میں حکم دیا گیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا رفیق نہ بناؤ۔ (المائدہ:۵۱-۵۲) حضرت عبادہ بن صامت نے بھی رسولؐ سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ رحم کا معاملہ کریں۔ بادل نخواستہ نبی نے ان کی جان بخشی تو کردی، مگر حکم دیا کہ وہ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔

۱۴-غزوہ احد میں قریش مکہ کی ہزیمت:

ابوسفیان غزوہ بدر کا زیادہ ہولناک طریقے سے بدلہ لینے کی مسلسل تیاری کرتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ خاص طور سے عبداللہ بن ربیع، عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ قریش کے اعیان واشراف کے پاس پہنچتے اور انہیں آمادہ کرتے کہ مسلمانوں سے ایک بڑی جنگ لڑنے میں ہماری ہر طرح سے مدد کریں اور اپنی شرکت کو یقینی بنائیں۔ یہاں تک کہ پورا مکہ ایک فیصلہ کن جنگ میں حصہ لینے کے لیے تیار ہوگیا۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کی خواتین نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا۔ جب تین ہزار کا لشکر جرار تمام سازوں کے ساتھ تیار ہوگیا تو منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا اور 'جبل احد' کے قریب مقام 'عینین' پر پڑاؤ ڈالا۔

حضورؐ کو خلاف توقع اتنی بڑی فوج کے ساتھ قریش مکہ کے حملے کی خبر ملی تو آپؐ نے صحابہ کو بلایا اور مشورہ کیا کہ اس صورت میں کیا کرنا چاہئے۔ صحابہ کی اکثریت اس رائے پر متفق ہوئی کہ مدینہ سے نکل کر ان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ آنا فاناً میں ایک ہزار کا اسلامی لشکر تیار ہو کر نبیؐ کے گرد جمع ہوگیا۔ جب لشکر مدینہ سے نکل کر مدینہ سے تھوڑی دور کے فاصلہ مقام 'سقوط' پر پہنچا تو عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ہم خیال لوگوں کو لے کر مسلمانوں سے الگ ہوگیا اور جنگ میں شرکت سے منع کردیا۔ باوجود اس کے نبیؐ اپنے سات سو صحابہ کو لے کر احد کی گھاٹی میں پہنچے اور وہیں ٹھہر

گئے۔صحابہ کرام کو ہدایت کردی کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک قتال نہ کرے، جب تک کہ میں حکم نہ دوں۔(۳۰) آپ نے مدینہ کو سامنے اور احد کو پشت پر رکھ کر صفوں کو مرتب کیا۔اسلامی لشکر کو حملہ کرنے سے قبل یہ تاکید بھی کردی کہ تمہیں جن مقامات پر متعین کیا گیا ہے ان پر جمے رہنا اور پشت کی جانب سے ہماری حفاظت کرنا۔اگر مجھے قتل ہوتا ہوا بھی دیکھو تو ہماری مدد کے لیے نہ آنا اور اگر غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھو تو بھی اس میں شریک نہ ہونا۔(۳۱)

طرفین سے جنگ کا آغاز ہوا۔پہلے ہی وہلہ میں دشمن کی فوج پر افسردگی چھانے لگی اور اس کے بڑے بڑے سورما یکے بعد مارے جانے لگے۔قریب تھا کہ مسلمانوں کو اس جنگ میں کامیابی مل جاتی۔مگر بعض مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی سے (جس سے بچنے کی ہدایت محمدؐ نے پہلے ہی کردی تھی) جنگ کا نقشہ بدل گیا۔دشمن غالب آنے لگے، محمدؐ کی جان کو خطرہ لاحق ہونے لگا، مگر حضور کی حکمت اور دوراندیشی سے دوبارہ اس کا نقشہ بدل گیا۔اب دشمن کی فوج اپنی جان بچانے کے لیے ادھر ادھر منتشر ہونے لگی، یہاں تک کہ اس نے راہ فرار اختیار کی۔تاہم جاتے ہوئے اس نے مسلمانوں کو یہ چیلنج بھی کردیا کہ تم میں مقابلہ کی طاقت ہے تو آئندہ سال بدر کے مقام پر دوبارہ ہماری تمہاری ملاقات ہوگی۔ اس کا جواب رسول نے اثبات میں دیا۔اس جنگ میں ستر صحابہ شہید ہوئے اور تقریباً ۲۵ آدمی کافروں کے مارے گئے۔

۱۵-مدینہ سے بنونضیر کا اخراج:

احد سے فارغ ہوکر حضور مدینہ پہنچے اور تنظیم اسلامی میں مصروف ہوگئے۔انہی دنوں مختلف علاقوں اور قبائل کے لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام سے اپنی رغبت کا اظہار کیا۔یہاں تک کہ بعض قبیلوں اور وفود نے درخواست کی ہماری قوم کے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے اپنے آدمیوں کو ہمارے ساتھ کردیں۔ چنانچہ کچھ صحابہ کرام کو اللہ کے رسول نے قبیلہ کلاب کے رئیس ابو براعامر بن مالک کی پناہ میں بھیج دیا۔جب یہ لوگ 'بیر معونہ' پر پہنچے تو ان کے قبیلہ کے لوگوں کے دل میں خباثت آگئی اور سب نے مل کر ۵۰ یا ۷۰ صحابہ کو جو قرآن کے قاری تھے قتل کردیا۔(۳۲) لیکن عمرو بن امیہ کسی طرح دشمن کی گرفت سے بچ نکلے اور آکر رسولؐ کو اس حادثہ کی خبری دی۔مدینہ لوٹتے ہوئے عمرو بن امیہ نے غلط فہمی کی بنا پر عمر بن کلاب کے دو آدمیوں کو قتل کردیا جن سے حضور کا عہد ہوچکا تھا۔(۳۳) اس بنا پر اس کی دیت واجب ہوگئی تھی۔چوں کہ اس وقت تک بنونضیر مسلمان کے ساتھ معاہدے میں شریک تھے۔اس لیے حضور اپنے بعض صحابہ کے ساتھ دیت کی رقم وصول کرنے کے لیے بنونضیر کے پاس گئے۔ انہوں نے آپ کو عزت واحترام سے بٹھایا، اور دیت ادا کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔موقع غنیمت جان کر ان لوگوں

نے اپنے آدمیوں کو چھت پر بھیج دیا تا کہ اوپر سے حضور پر بھاری پتھر گرادیں اور نعوذ باللہ آپ کا کام تمام ہوجائے۔ لیکن بروقت حضور کو ان کی سازش کا علم ہوگیا اور بغیر کسی کو بتائے آپؐ وہاں سے چلے آئے۔۳۴؎ اس نا قابل تلافی جرم کے نتیجہ میں حضورؐ نے بنونضیر کو حکم دیا کہ خیریت چاہتے ہوتو دس دن کے اندر مدینہ چھوڑ کر نکل جاؤ۔ حضور کے اس فیصلہ کے بعد بنونضیر نے مدینہ چھوڑنے کی تیاری شروع کردی، لیکن عین وقت میں عبداللہ بن ابی اور اس کے ہم خیال ساتھیوں نے ان کی ڈھارس بندھائی کہ تم کو یہاں سے خروج کرنے کی ضرورت نہیں، تم ڈٹے رہو۔ ہم تمہاری مدد کے لیے ہر طرح سے تیار ہیں۔۳۵؎ اس کے بعد حی بن اخطب نے حضور کے پاس جوابی خبر بھجوائی کہ ہم یہاں سے ہرگز نہیں جائیں گے، آپ کو جو کرنا ہے کریں ہم بھی مقابلہ کے لیے تیار ہیں۔ اس گستاخی کا بہترین جواب اور کاروائی یہی ہوسکتی تھی کہ حضور ان سے جنگ کریں۔ سخت محاصرہ کے بعد جب یہودیوں پر معاملہ کی سنگینی ظاہر ہوئی کہ ہم بے موت مارے جائیں گے، عبداللہ ابی بھی مدد کو نہیں پہنچ رہا ہے اور نہ بنوقریظہ کے لوگ ہی جو ہمارے ہم نوا اور حلیف ہیں مدد کو آرہے ہیں، تو وہ سرنگوں ہوگئے اور ہتھیار ڈال دیئے۔۳۶؎ رسولؐ نے اب بھی وہی بات کہی کہ تم مدینہ چھوڑ کر چلے جاؤ، جاتے ہوئے سوائے ہتھیاروں کے جتنا سامان لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ لوگ یہاں سے نکلے تو کچھ لوگوں نے خیبر اور کچھ لوگوں نے شام کا راستہ اختیار کیا۔ بنونضیر کے معزز روسا سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع، حی بن اخطب وغیرہ کا خیبر میں شان دار استقبال کیا گیا اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا رئیس تسلیم کرلیا۔(۳۷)

۱۶-غزوۂ خندق میں قریش کی شکست اور آئندہ کے لیے جنگ سے احتراز:

غزوۂ احد میں ابوسفیان جاتے جاتے مسلمانوں سے ''آئندہ سال ہمارا تمہارا مقابلہ بدر کے مقام پر ہوگا'' کہہ کر چلا گیا تھا، اس کا تقاضا تھا کہ وہ وقت مقررہ پر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے پہنچتا۔ مگر وہ دم سادھے رہے۔ چونکہ بنونضیر جلا وطن ہوکر خیبر میں آباد ہوگئے تھے، وہ مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے منصوبہ بند کوشش کرنے لگے اور قریش مکہ کو اپنا ہر طرح کا تعاون دینے کا یقین دلایا۔(۳۸) یہاں تک کہ ایک فیصلہ کن جنگ کرنے پر انہیں آمادہ کر ہی لیا۔ یہودیوں نے غطفان اور دیگر اسلام دشمن قبائل کی شرکت کو اس جنگ میں یقینی بنانے کے لیے معاہدے کئے۔(۳۹)

حضور کو متحدہ محاذ کی خبر ملی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ کیسے اس عظیم فتنے کا مقابلہ کیا جائے۔ خود مدینہ کے اندرونی حالات کشیدہ ہیں۔ یہودیوں کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ منافقین جو بہ ظاہر مسلمانی کا دم بھرتے ہیں، ان سے اچھی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر ہم اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے مدینہ سے باہر نکلتے

ہیں تو یہ لوگ ہمارے گھروں کو خالی دیکھ کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ حالات کی اس سنگینی پر سب لوگ غور وفکر کر رہے تھے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے مشورہ دیا کہ اسلام دشمن طاقت کا مقابلہ کھلے میدان میں کرنے کے بجائے محفوظ مقام یعنی خندق کھود کر کیا جائے۔ اس نئے عجمی طریقہ جنگ کو سب لوگوں نے پسند کیا اور ایک لمبی خندق کھود لی گئی۔ خندق کھودنے میں آپ بھی بہ نفس نفیس شریک رہے۔اس طرح مدینہ میں دشمن کا داخلہ غیر یقینی ہوگیا۔تاہم دشمنوں کی اس بڑی تعداد کے سامنے خندق مدینہ کی حفاظت کے لیے اگرچہ ناکافی تھی،لیکن مسلمانوں کے لیے اس خندق نے ڈھال کا کام دیا۔جب دشمن کی فوج قریب آگئی تو آپ نے عورتوں کو محفوظ مقام پر بھیج دیا اور ان کی نگرانی کے لیے دوسو صحابہ کو مامور کردیا کہ اندرونی فتنے سے یہ لوگ محفوظ رہیں اور اپنی ۳۰۰۰ ہزار افراد پر مشتمل فوج کو لے کر آگے بڑھے اور'سلع' کی پہاڑی کو پشت پر رکھ کر صف آرا ہوگئے۔ (۴۰) کئی دنوں تک فوج آمنے سامنے رہی مگر زبردست مقابلہ آرائی کی نوبت نہ آئی۔ چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں وہ بھی شام ہوتے رک جاتیں۔ اس دوران خاص طور سے مسلمانوں کو خورد ونوش کی کمی لاحق ہونے لگی۔ مارے ٹھنڈک کے مسلمان بے حال ہو رہے تھے۔ بڑی بے چینی کا عالم تھا۔مسلمانوں کے اس کرب کا ذکر سورہ احزاب میں موجود ہے۔

ادھر بنی قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا اور قریش کے ساتھ ہوگئے۔ اب تو گویا ایک طرح سے دشمنوں نے مدینہ کو گھیر لیا۔ چنانچہ آپ نے اعلیٰ جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے حضرت نعیم بن مسعود کو جن کا ایمان ابھی لوگوں پر ظاہر نہ ہوا تھا، قریش اور یہودیوں کے علاوہ قبیلہ غطفان کے درمیان بھیجا تا کہ وہ اپنی گفتگو سے ان کو ایک دوسرے کا مخالف بنادیں۔ حضور کی ترکیب کارگر ہوئی اور حملہ آور گروہ کے اندر انتشار پیدا ہوگیا اور ان کے حوصلے پست ہونے لگے۔(۴۱) اسی دوران ایک رات اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسی خوف ناک آندھی بھیجی کہ دشمن کے خیمے اڑ گئے اور ان کا سامان تتر بتر ہوگیا، اب ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ یہاں سے راہ فرار اختیار کریں۔ اس طرح مسلمانوں کو اس اعصابی جنگ میں کامیابی ملی۔ اسی کے ساتھ ان گروپوں کا بھی بھانڈا پھوٹ گیا جو اب تک خفیہ طور سے مسلمانوں کے دشمن بنے ہوئے تھے۔

۱۷-بنی قریظہ کی غداری اور اس کا انجام:

بنی قریظہ غزوہ خندق تک مسلمانوں کے معاہد اور حلیف تھے۔لیکن عین لڑائی کے وقت خیبر کے یہودی بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسعد کے پاس پہنچے اور اپنی شعلہ بیانی سے تھوڑی سی ردوقدح کے بعد انہیں اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ معاہدہ توڑ دیں اور اس فیصلہ کن جنگ میں قریش مکہ کا ساتھ دیں۔(۴۲) کامیابی کی صورت میں مسلمانوں کے فتنے سے ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔ جب حضور کو بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر ملی تو آپؐ نے اپنے آدمیوں

کے ذریعے خبر بھجوائی کہ وہ ایسا نہ کریں ۔مگر انہوں نے قاصد کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ ان کی غداری کا مسلمانوں پر غیر معمولی اثر ہوا اور رسولؐ پر تو ہوا ہی۔(۴۳) بڑی مشکل سے مسلمانوں کو قریش مکہ کے حملہ سے نجات ملی تو آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تاخیر کیے بغیر فوراً بنی قریظہ پر ٹوٹ پڑیں اور ان کا محاصرہ کرلیں ۔مسلمانوں کو دیکھتے ہی یہودیوں نے انہیں برا بھلا کہنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ ازواج مطہرات کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے اور وہ اپنے قلعوں میں گھس گئے۔

رسول اللہ کے حکم سے مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا۔کوئی اہم کارروائی روبہ عمل لانے سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی۔مگر نسلی تفوق مائل بہ اسلام ہونے میں حائل رہا۔(۴۴) محاصرہ کئی دنوں تک جاری رہا۔حالات سے ناچار ہوکر کعب بن اسعد نے اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے تین اہم تجاویز رکھیں ۔یا تو محمدؐ کی اطاعت قبول کر کے اپنی جان و مال کو محفوظ کرلو یا اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں قتل کردو اور جان پر کھیل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرو، کامیابی میں سربلندی اور ناکامی میں کوئی قابل افسوس بات نہ رہے گی۔یا پھر یہ رات سنیچر کی ہے اور قوی امید ہے کہ محمد اور ان کے ساتھی آج رات ہمیں امن دے دیں، پھر قلعے سے اترو ممکن ہے محمد اور ان کی جمعیت کو اس طرح فریب دے کر اپنا کام نکال لیں۔ لیکن یہودیوں نے تینوں تجاویز کی کوئی نہ کوئی توجیہ کرکے ٹھکرادیا۔(۴۵) بالآخر محاصرہ کی طوالت اور سختی کی بنا پر وہ مجبور ہوئے کہ ہتھیار ڈال دیں۔لیکن انہوں نے ہی یہ بھی تجویز رکھی کہ محمدؐ ہمارے حق میں جلد کوئی فیصلہ نہ سنائیں۔ بلکہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں گے، وہ منظور ہوگا۔انہوں نے بنی قریظہ کے جرم کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے اور توراہ کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ سنایا کہ قابل جنگ مردوں کو قتل کردیا جائے ، ان کے اموال بانٹے جائیں اور بچوں کو قید کرلیا جائے ۔(۴۶) جب ذلت کو خود انہوں نے اپنے اوپر مسلط کیا تو اس سے کون بچا سکتا ہے۔ حالاں کہ اگر بنوقریظہ بنیؐ کے سپرد اپنا معاملہ کرتے تو ان کو زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جاسکتی تھی وہ وہی ہوتی کہ جاؤ خیبر میں آباد ہوجاؤ۔ بنوقینقاع اور بنونضیر کا معاملہ اس کی نظیر ہے۔(۴۷)

۱۷-صلح حدیبیہ نے آئندہ کے لیے مسلمانوں کی کامیابی کی راہ ہموار کردی:

اعدائے اسلام کی منظم کوشش کے باوجود غزوۂ خندق میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔اب قریش مکہ کے اندر آگے بڑھ کر مسلمانوں سے نبردآزمائی کی سکت نہ رہی اور بہ ظاہر وہ کسی بڑی جنگ کے برپا کرنے کی پوزیشن میں نہ رہے۔ اس طرح مسلمانوں کی پوزیشن بڑی حد تک مستحکم ہوگئی۔انہی دنوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو خواب میں اطلاع دی کہ عنقریب آپ اپنے اصحاب سمیت مکہ میں داخل ہوں گے اور مراسم حج ادا کریں گے۔جب آپؐ نے اس اطلاع غیبی کا تذکرہ اپنے صحابہ سے کیا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی ۔آپؐ نے مدینہ کے اردگرد کے قبائل میں جو

مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، خبر بھجوادی کہ ہم عمرہ کے ارادہ سے نکل رہے ہیں۔ جو میرے ساتھ چلنا چاہے اپنا سامان سفر اکٹھا کرے اور میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے عمرہ کی غرض سے اپنے چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر یکم ذی قعدہ ۶ ھ کو مدینہ سے خروج کیا۔ آپ نے تلوار کے علاوہ کوئی جنگی سامان نہ لیا، تلوار بھی نیام میں تھی۔ یہی حکم اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی تھا۔ ابن ہشام کے بقول اندیشہ تھا کہ کہیں قریش مسلمانوں کو دیکھ کر جنگ کے لیے سامنے نہ آجائیں، یا بیت اللہ میں جانے سے روک نہ دیں۔ اس لیے آپؐ نے ظاہری علامات کے طور پر قربانی کے جانوروں کو ساتھ رکھا اور احرام باندھ لیا۔ (۴۸) یہاں تک کہ آپؐ حدیبیہ پہنچے اور وہیں رکے رہے۔

قریش کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ملی تو انہیں بہت شاق گزرا۔ دقت یہ تھی کہ زیارت بیت اللہ سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ نیز ماہ حرام میں جنگ وقتال بھی ممنوع ہے۔ اس لیے اگر وہ مسلمانوں کو خانہ کعبہ کی زیارت کر لینے دیتے، تو اس کے معنی یہ لیے جاتے کہ قریش میں اب اتنی بھی طاقت نہ رہی کہ وہ اپنے دیرینہ دشمن کو زیارت کعبہ سے روک سکیں۔ چنانچہ قریش مکہ نے بڑے غور وفکر کے بعد آخری فیصلہ یہی کیا اور مزاحمت کے ارادے سے نکل گئے کہ جس طرح بھی ہو سکے آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ (۴۹) جب کہ حضورؐ ہر ممکن طریقے سے چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے۔ (الفتح :۲۶) بات بگڑنے نہ پائے اس لیے دونوں طرف سے وفود آنے جانے لگے۔ بالآخر ایسی شرائط پر صلح ہوئی جو بظاہر مسلمانوں کے حق میں ایک طرح کا دباؤ تھا۔ مگر چوں کہ نبیؐ کو اندازہ تھا کہ آج یہ لوگ جس بات پر صلح کر رہے ہیں، وہ اس پر تادیر قائم نہ رہیں گے اور جلد ہی اس کی خلاف ورزی کریں گے، جس کے بعد مسلمانوں کے لیے مزاحمت کی تمام راہیں ختم ہو جائیں گی۔ آپؐ نے بہ خوشی ان کی شرطوں کو منظور کر لیا اور اس پر فریقین کی طرف سے دستخط بھی ہو گئے۔ (۵۰) معاہدہ کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔ معاہدے کے مختلف دفعات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں:

۱۔ فریقین دس سال تک جنگ نہ کریں گے۔ اس اثنا میں لوگ امن کی زندگی بسر کریں گے۔

۲۔ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں، اگلے سال آئیں تو تین روز قیام کریں گے، تلوار نیام میں ہوگی، اس کے سوا کوئی اور ہتھیار نہیں ہوگا۔

۳۔ قربانی کے جو جانور مسلمانوں کے پاس ہیں، ان کو حدیبیہ میں ہی ذبح کر دیا جائے۔ مکہ میں ذبح کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۴۔ مسلمان اور قریش کے حقوق اور واجبات برابر ہوں گے۔

۵۔ محمد کے ساتھیوں میں جو شخص حج ،عمرہ یا تجارت کے لیے مکہ آئے گا تو وہ قریش کی امان میں ہوگا اور قریش کا کوئی فرد مصر یا شام بہ غرض تجارت جاتے ہوئے مدینہ سے گذرے تو اس کی جان و مال کو تحفظ حاصل ہوگا۔

۶۔ اگر قریش کا کوئی فرد اپنے سر پرست کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا آئے تو محمد اسے واپس کرنے کے ذمہ دار ہوں گے ،لیکن محمد کے ساتھیوں میں سے اگر کوئی بھاگ کر مکہ آتا ہے تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

۷۔ دلوں کی عداوت دلوں میں ہی رہیں گی ،انہیں ظاہر نہیں کیا جائے گا۔

۸۔ اہل عرب فریقین میں سے جس کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں دوسرا فریق اس میں حائل نہیں ہوگا۔

حضورؐ نے صلح کے بعد حدیبیہ میں ہی قربانی کے جانور ذبح کئے اور سر کے بال منڈوائے ۔قرآن کریم نے اس صلح کو فتح مبین کے طور پر ذہن نشین کرایا ہے۔(الفتح:۱۸) آپؐ خانہ کعبہ کی زیارت کیے بغیر مدینہ واپس آگئے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ صلح کے لیے فریقین کی جانب سے سفیر آنے جانے لگے ۔مسلمانوں نے قریش کے کسی سفیر پر کسی طرح کی کوئی زیادتی نہیں کی۔ جب کہ مسلمانوں کے نمائندے قریش کے پاس جاتے تو انہیں پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔کسی پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تو کسی کو مختصر وقت کے لیے نظر بند کر دیا گیا اور خبر مشہور کر دی گئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ جب یہ خبر مسلمانوں کے پاس پہنچی تو اب انہوں نے بدلہ لینے لیے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے بیعت رضواں ہوئی ۔مگر بہت جلد انہیں چھوڑ دیا گیا۔اس طرح جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔

حضورؐ نے یہ معاہدہ دب کر کیا تھا۔اس سے بعض صحابہ بھی وقتی طور پر خوش نہ تھے۔مگر جب ان پر اس معاہدہ کے دور رس اثرات کا راز منکشف ہوگیا تو ان کا ذہنی وایمانی کرب زائل ہوگیا۔در اصل نبیؐ نے ایسا کیوں کیا،اس میں بڑی معنویت تھی۔درج ذیل اقتباس سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

''بادی النظر میں معاہدہ کی شرائط مسلمانوں کے لیے ہتک آمیز معلوم ہوتی ہیں۔لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ خارجہ تعلقات کی تاریخ میں اس سے افضل نمونہ ملنا دشوار ہے۔یہ معاہدہ آپؐ کی بے نظیر ذکاوت کا آئینہ دار ہے۔ آپؐ کے ساتھ جاں نثاروں کی ایک فوج تھی،عارضی طور پر قوت میں توازن بھی پیدا ہو چکا تھا،لیکن قریش ابھی تک طاقت ور تھے۔علاوہ بریں یہودیوں سے مسلمانوں کا معاہدہ منسوخ ہو چکا تھا۔حکومت مدینہ بتدریج قریش کے شامی تجارت کے راستے منقطع کر کے ان کی اقتصادی حیثیت کو کم زور کرنا چاہتی تھی۔اس لیے جانبین کم ازکم تھوڑی دیر کے لیے صلح کے خواہاں تھے۔ اگر اس وقت آپؐ بھی جذبات سے کام لیتے ہوئے فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہونے کے لیے عملی اقدام کرتے تو زبردست خوں ریزی ہوتی ۔قریش کو عرب قبائل پر یہ ثابت کرنے کا بہانہ مل جاتا کہ مسلمان حرمت والے دنوں میں بھی لڑائی سے باز نہیں آتے۔مفتوح

قبائل میں انتقام کا جذبہ شدت سے پیدا ہوتا اور اس طرح جنگوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوجاتا جو آپؐ کے رحمت اللعلمین ہونے کے منافی ہوتا۔ اس لیے معاہدے کی جان ہی التوائے جنگ ہے۔ اس سفر میں آپ نے غیر مسلموں کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر قریش نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو اہل عرب میں سے نہ ہی کوئی ان کی حمایت کرے گا اور نہ ہی کوئی مسلمانوں کی مخالفت۔ آپؐ کا مکہ کی جانب یہ سفر ذیقعدہ کے مہینہ میں ہوا تھا جس میں بین القبائلی قانون کے مطابق عرب اپنے سخت ترین دشمن بلکہ قابل قصاص ملزم کو بھی حرم کی زیارت سے نہیں روکتے تھے اور اس پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ لیکن قریش نے نہ صرف بین القبائلی قانون کی خلاف ورزی کی بلکہ مسلمانوں پر چند سرکشوں نے حملہ بھی کیا۔ اس طرح آپؐ کی بصیرت نے قریش کو اہل عرب کی نظروں سے گرادیا جو مسلمانوں کے اس لیے ہم نوا ہوگئے کہ ان کی تلوار تو نیام میں ہیں، قربانی کے جانوران کے ساتھ ہیں اور احرام زیب تن کیے ہوئے ہیں لیکن مکہ کے دروازے ان پر بند ہیں۔ یہ سفر مذہبی ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی نوعیت کا بھی حامل تھا۔ اسی لیے یہ قریش کے لیے ایک بھاری چیلنج بن گیا۔''

۱۹-خیبر کی فتح کے بعد یہودیوں کے فتنہ سے مسلمانوں کو نجات ملی:

غزوہ خندق میں خیبر کے یہودیوں نے اہم کردار ادا کیا تھا اور انہیں کی شہ پر قریش نے جنگ برپا کی تھی۔ نیز انہیں لوگوں نے عین جنگ کی حالت میں مدینے کے بنی قریظہ کو عہد شکنی کی ترغیب دی تھی اور اس فیصلہ کن جنگ میں قریش کا ساتھ دینے لیے راضی کیا تھا۔ طرفہ تماشا یہ کہ وہ آئے دن مدینے کے مسلمانوں کو راستے میں ستاتے اور ان پر چھاپا مارتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بڑی جنگ کی تیاری بھی شروع کردی۔ حضورؐ پر ان کی دسیسہ کاریوں کو دیکھ کر یہ بات منکشف ہوگئی تھی کہ نہ یہ مسلمان بن سکتے ہیں اور نہ ہی یہ لوگ دوستی کے لائق ہیں۔ یہ جہاں بھی جائیں گے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہیں گے۔ اس لیے ان کا صفایا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ محمدؐ نے اپنے ۱۴۰۰ سو صحابہ کو لے کر ۷ھ کی ابتداء میں ان پر حملہ کیا اور اتنی عمدہ حکمت عملی اختیار کی کہ بنی غطفان اور خیبر کے یہودیوں میں دراڑ پڑگئی اور کوئی ایک دوسرے کی مدد کو نہ پہنچ سکا۔ مسلمانوں نے یہودیوں کا سخت محاصرہ کیا۔ کئی دن تک کشت وخوں ہوتا رہا۔ قلعہ پر قلعہ فتح ہوتے جارہے تھے۔ مگر یہودیوں پر اس کا کچھ بھی اثر نہیں پڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن علم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا گیا، ان کی جواں مردی نے جنگ کا رخ بدل دیا، یہودی اپنی حفاظت کے لیے دوسرے قلعوں میں چلے جاتے۔ رسولؐ نے ان کے پانی کو بند کردیا اور وہاں پہرے بٹھا دیئے تاکہ وہ مجبور ہوکر محاصرہ کو اٹھا لینے کی بات کریں۔ اب یہودیوں کے لیے کوئی چارہ نہ رہ گیا کہ وہ صلح کی بات

کریں۔ چنانچہ ابن ابی الحقیق نے صلح کا پیغام بھجوایا، حضورؐ نے منظور کیا۔ نبیؐ نے یہاں کے یہودیوں کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جو بنی نضیر کے متعلق کیا تھا۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے حضور سے یہ درخواست کی کہ ہمیں یہاں سے نہ نکالا جائے۔ ہم اپنی کاشت کا نصف حصہ آپ کو دیتے رہیں گے۔ نبیؐ نے بہ تقاضائے مصلحت اسے منظور کرلیا۔ البتہ صلح میں یہ بات بھی شامل کردی کہ یہ صلح ہمیشہ کے لیے نہیں ہے۔ ہم جب چاہیں گے تم لوگوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ اس حملے میں مسلمانوں کو تکلیف بسیار سے دوچار ہونا پڑا اور بڑا خسارہ ہوا، تاہم مال غنیمت میں بہت کچھ ہاتھ لگا۔ خیبر میں تقریباً ۱۸ یا اس سے کچھ زیادہ مسلمان شہید ہوئے اور یہود کے ۹۳ جواں مرد موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ باوجود صلح وصفائی کے یہودی اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور بڑی چالاکی سے حضورؐ کو مارنے کی کوشش کی۔ سلام بن مشکم کی بیوی نے آپ کی دعوت کی۔ گوشت میں اس نے زہر ملا دیا۔ نبیؐ نے اس کا کچھ حصہ منھ میں ڈالا ہی تھا کہ اندازہ ہوگیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، اس لیے آپ نے اسے اگل دیا۔ اس طرح آپ کی جان تو بچ گئی مگر آپ کے ایک دوسرے ساتھی نے اسے کھالیا تھا، اس لیے ان کا انتقال ہوگیا۔ (۵۱) لیکن جب آپؐ وہاں سے لوٹے تو ان کے حق میں ہدایت کی دعا کرتے ہوئے واپس آئے۔ (۵۲)

۱۹- ایک اور عیسائی مملکت میں کلمہ توحید کی آواز بلند ہوئی:

صلح حدیبیہ کے بعد آپؐ نے مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط ارسال کئے۔ اس پر ملا جلا ردعمل ہوا۔ انہیں بادشاہوں میں ایک بادشاہ حاکم بصرہ (جو عیسائی تھا) کے نام ایک خط بھیجا۔ اسے حارث بن عمر ازدی لے کر گئے تھے۔ انہیں شام کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے پکڑ کر قتل کردیا۔ سفیروں کا قتل کرنا انتہائی سنگین جرم تھا۔ اس حادثہ کی خبر نبیؐ کو ہوئی تو اس کا آپ پر غیر معمولی اثر ہوا۔ اس کے تدارک کے لیے نبیؐ نے تین ہزار صحابہ کو تیار کیا اور زید بن حارثہ کو اس کا سپہ سالار بنا کر 'غزوہ موتہ' کے لیے روانہ فرمایا۔ آپؐ کو دشمن کی طاقت کا پوری طرح اندازہ تھا۔ چنانچہ آپؐ نے فوج کو سخت ہدایت فرمائی: اگر زید مارے جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو سالار بنالیا جائے اور اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو سالار بنایا جائے اور اگر یہ بھی مارے جائیں تو تمہیں چاہئے کہ اپنی فوج میں سے کسی کو اپنا سپہ سالار مقرر کرلو۔ (۵۳) نیز آپ نے انہیں یہ ہدایت بھی فرمائی کہ خدا کی راہ میں منکرین خدا سے جنگ کرنا اور دیکھو غدر نہ کرنا غل سے بچنا، عورت اور بوڑھے کو اور مندروں کے پجاری کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت یا سایہ دار درخت کو نہ کاٹنا اور کسی عمارت کو نہ گرانا۔ (۵۴)

جب اسلامی لشکر منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا حجاز سے متصل شامی علاقے 'معان' پہنچا تو یہیں اس کی اطلاع شرحبیل کو ہوئی۔ وہ ایک لاکھ کا لشکر لے کر مقابلہ کے لیے نکلا۔ جب کہ دوسری طرف سے مزید کچھ اور لوگ

آ گئے۔اس معرکہ میں مسلمانوں کی فوج کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔اس جم غفیر کے سامنے مسلمانوں کی ہمت پست ہونے لگی اور کش مکش میں مبتلا ہوگئے کہ کیا کرنا چاہئے۔بالآخر عبداللہ بن رواحہ کی اثر دار تقریر کے بعد بات یہی طے پائی کہ ان کا مقابلہ کیا جائے۔ہر دو نیک کام میں سے ایک تو ضرور حاصل ہوگا۔ چنانچہ نہایت دوراندیشی اور فوجی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے زید بن حارثہؓ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے علم ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھے اور ڈٹ کر دشمن سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ان کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ نے علم سنبھالا اور دشمن کی صف میں گھس گئے،مگر وہ بھی لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔علم ان کے ہاتھ سے گرنے ہی والا تھا کہ ثابت بن ارقمؓ نے جلدی سے آ کر اسے تھام لیا اور خالد بن ولید کو سونپ دیا۔ان کے ہاتھ میں علم آتے ہی مسلمان بڑی بے جگری سے لڑنے لگے اور رومیوں کی صفوں ں میں دراڑ پیدا کر دی۔ یہاں تک کہ اللہ نے اس بڑی فوج پر مسلمانوں کی مختصر سی جماعت کو فتح وکامرانی سے ہم کنار کیا۔اس جنگ میں بارہ کبار صحابہ نے شہادت پائی۔(۵۵)جب کہ بڑی تعداد میں دشمن کے لوگ مارے گئے۔

۲۱:فتح مکہ:مسلمانوں کی کامیابی کا شاندار مظاہرہ:

حضورؐ نے صلح حدیبیہ میں بظاہر دب کر معاملہ کیا تھا۔جب کہ اس صلح کو قرآن کریم نے فتح مبین قرار دیا ہے۔ اس معاہدہ کی ایک شق یہ بھی تھی:

> ''دس سال تک جنگ نہ ہوگی ، جو قومیں محمدؐ سے ملنا چاہیں وہ مل جائیں اور جو قومیں قریش سے ملنا چاہیں مل سکتے ہیں۔''(۵۶)

اس دفعہ کی رو سے بنی خزاعہ محمدؐ سے اور بنو بکر قریش سے مل گئے۔معاہدہ میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اگر کوئی قبیلہ ایک دوسرے پر زیادتی یا حملہ کرتا ہے تو خود اس فریق پر حملہ اور زیادتی سمجھی جائے گی۔ابھی معاہدہ کو دوسال بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے برسوں کی پرانی رنجش کا خمار اتارنے کے لیے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا جو حضورؐ کے حلیف تھے۔اس حملے میں قریش کے بڑے بڑے لوگوں نے بنی بکر کا ساتھ دیا اور ان کو ہتھیار فراہم کیے۔ خزاعہ کے لوگوں کو بری طرح کچلا ، یہاں تک کہ یہ لوگ بھاگ کر خانہ کعبہ میں پہنچے تاکہ تقدس کا لحاظ کر کے یہ لوگ زیادتی سے رک جائیں مگر وہاں بھی ان کے ساتھ بے رحمی کا معاملہ کیا گیا۔ان مظلوموں میں سے کچھ لوگ اپنی جان بچا کر مدینہ نبیؐ کی خدمت میں پہنچے اور اپنے اوپر ہونے والی ظلم وزیادتی کا ذکر کیا۔(۵۷)اب قریش کو ہوش آیا کہ واقعی ہم نے معاہدہ شکنی کر کے ایک سنگین جرم کیا ہے۔چنانچہ تجدید معاہدہ کے لیے ابوسفیان مدینہ پہنچے مگر کامیابی نہ ملی اور نامراد لوٹنا پڑا۔(۵۸)

اب حضور کے لیے ضروری ہوگیا کہ قریش مکہ کے جرم کی بنا پر ان پر حملہ کریں اور اس ناسور کو ہمیشہ ہمیش کے لیے ختم کردیں یا اس طرح دبادیں کہ پھر وہ آئندہ ایسی کوئی غلطی نہ کریں۔ چنانچہ حضور نہایت رازدارانہ طریقے سے دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابو سفیان راستہ میں آکر حضور سے ملے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔(۵۹) مختلف تدابیر اور حکمت عملی سے کام لے کر حضور مکہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی فوج کو دیکھ کر سارا مکہ مبہوت ہو کر رہ گیا، کسی کو مقابلہ کی ہمت نہ رہی۔ یوں حضور بغیر کسی جنگ و جدال کے فاتحانہ شان سے خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ البتہ چند لوگوں نے مقابلہ کی کوشش کی تو صحابہ نے پہلے ہی انہیں دبوچ لیا اور جن لوگوں نے ماضی قریب میں حضور کے ساتھ زیادہ سرکشی کی تھی ان کی سرکوبی کا اعلان کردیا کہ وہ بخشے نہ جائیں۔(۶۰) اس وقت سارا مکہ آپ کے سامنے صف بستہ کھڑا تھا اور اپنی گردن جھکائے ہوئے تھا اور انتظار میں تھا کہ آج کے دن حضور ہمارے حق میں کون سی سزا سناتے ہیں۔ آپ نے سب پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں تم سب آزاد ہو۔(۶۱) اس فتح کے ساتھ ہی پورے عرب کی سیاسی قیادت آپ کے ہاتھوں میں آگئی۔

۲۲-معرکہ حنین میں مسلمانوں کی کامیابی:

فتح مکہ کے نتیجے میں اسلام کو جو غلبہ حاصل ہوا، اس کا مخالفانہ ردعمل مکہ کے قرب و جوار میں رہنے والے بڑے بڑے قبائل میں ہوا۔ ان قبائل میں ہوازن اور ثقیف بھی تھے۔ نصر، جشم اور سعد بن بکر اور قبیلہ بنو ہلال کے کچھ لوگوں نے بھی جنگ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ لوگ ہوازن کے سردار مالک بن عوف کی قیادت میں آگے بڑھے۔ اس جنگ میں اپنی عورتوں، بچوں اور مال و دولت کو ساتھ لیا اور اوطاس کے مقام پر اترے۔ مالک بن عوف نے اپنے جاسوسوں کو مسلمانوں کی فوج کا پتہ لگانے کے لیے روانہ کیا تاکہ ان کا صحیح اندازہ ہوجائے، اس کے مطابق جنگ کی تیاری کی جائے۔ ان جاسوسوں نے واپس آکر جو خبر دی اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی طاقت کے سامنے مرعوب ہوگئے تھے۔(۶۲) ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے میدان میں کود پڑے۔

حضور کو اس جنگی کارروائی کی اطلاع ملی تو مکہ کی دو ہزار لوگوں کو جن میں اکثریت نومسلموں کی تھی اور مدینہ کے ۱۰۰۰ کے لشکر جرار جو آپ کے ساتھ مکہ آیا تھے، کو لے کر مکہ سے ہی اس کی سرکوبی کے لیے نکلے اور حنین کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اب تک مسلمان دشمن کی چال اور اس کے وجود سے بے خبر تھے کہ اچانک صبح کے اندھیرے میں دشمن نے تیروں کی بارش کردی اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس طرح اچانک حملہ کی وجہ سے مسلمانوں میں کھلبلی مچ گئی۔ جب حضور نے مسلمانوں کو ادھر ادھر بھاگتے اور منتشر ہوتے ہوئے دیکھا تو انہیں آواز لگائی اور اپنی طرف بلایا۔ لوگ سنبھل کر آپ کے گرد جمع ہوگئے اور کوئی سو کے قریب صحابہ آپ کے پاس جمع ہوگئے تو آپ نے انہیں حکم دیا

کہ اب تم ان پر ایک ساتھ ٹوٹ پڑو، خود حضورؐ نے زمین سے کچھ کنکر اٹھائے اور دشمن کی طرف پھینک دیا۔اس کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا، دشمن پیچھے ہٹنے لگے۔گویا کہ ہاری ہوئی جنگ کو حضور نے اپنی دور اندیشی اور اللہ کی نصرت سے جیت لیا۔اسی تعلق سے سورہ توبہ کی بعض اہم آیتیں (۲۵-۲۹) نازل ہوئیں۔شکست کھا کر جو لوگ میدان سے بھاگے ،صحابہ کرام نے ان کا دور تک پیچھا کیا ، جو ہاتھ لگے وہ قتل کیے گئے ۔اسی تعاقب میں ابو عامر اشعریؓ شہید ہوگئے۔ (۶۳) اور بعض دوسرے صحابہ نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔(۶۴) اس معرکہ میں مسلمانوں کو کثیر اموال اور لونڈی وغلام ہاتھ لگے۔

۲۳-غزوہ طائف کے ساتھ مکہ کے اسلام دشمن عناصر کا خاتمہ:

ثقیف کے بیش تر لوگ شکست کھا کر بھاگے تو طائف کے قلعوں میں پہنچ کر پناہ لی اور شہر کی فصیل کو بند کر لیا اور اندر ہی اندر ایک بڑی جنگ کی تیاری کرنے لگے۔(۶۵) رسولؐ حنین سے فارغ ہوئے تو پہلے خالد بن ولید کی قیادت میں ایک ہزار پر مشتمل فوجی دستہ کو روانہ کیا کہ وہ جا کر طائف کا محاصرہ کرلیں ۔ بعد میں آپؐ بھی وہاں تشریف لے آئے۔طرفین سے روزانہ تیر اندازی ہوتی رہی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا تھا۔حضورؐ نے دشمن کے زور کو توڑنے کے لیے منادی کرادی کہ جو غلام قلعہ سے نکل کر ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہے۔(۶۶) اس اعلان پر بیس سے کچھ اوپر غلام قلعہ سے نکل کر آئے اور مسلمانوں کے ساتھ ہوگئے۔جب محاصرہ نے طول پکڑا اور قلعہ فتح ہوتا ہوا نظر نہ آیا تو آپؐ نے نوفل بن معاویہ سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے اور کیسے ان پر قابو پایا جائے۔اس پر نوفل بن معاویہ نے مشورہ دیا: یا رسول اللہ! لومڑی اپنے بل میں ہے۔اگر آپ ٹھہرے رہیں گے تو اسے پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تب بھی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔نوفل کی بات سننے کے بعد نبیؐ نے محاصرہ اٹھالیا اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر واپس جعرانہ چلے آئے۔ یہاں حنین کا مال غنیمت محفوظ تھا۔محاصرۂ طائف میں بارہ کبار صحابہ نے جام شہادت نوش فرمایا اور اور ایک صحابی شدید زخمی ہوئے جو اس واقعہ کے چند روز بعد انتقال کر گئے۔(۶۷)

جب مال غنیمت تقسیم ہوگیا اور کئی روز گزر گئے تو ہوازن کے کچھ لوگ آئے اور حضورؐ سے استدعا کی کہ ہم نہایت مفلوک الحال ہیں، ہمیں ہمارے اموال اور بال بچے لوٹا دیئے جائیں ۔بعض صحابہ ہوازن کے سامان اورعورتوں ، بچوں کو لوٹانے پر فوراً آمادہ ہوگئے ۔البتہ کچھ لوگوں نے انکار کیا۔مگر بعد میں وہ بھی راضی ہوگئے۔(۶۸) اس طرح ہوازن کے تمام مال واسباب اور عورتوں اور بچوں کو رہائی مل گئی۔

آپؐ جعرانہ سے واپس مکہ آئے اور عمرہ ادا کیا۔وہاں کے نظم ونسق کے لیے عتاب بن اسیدؓ کو یہاں کا والی مقرر کیا اور اہل مکہ کی تعلیم وتربیت کے لیے معاذ بن جبلؓ کو مامور فرمایا اور مدینہ واپس آگئے۔آپؐ کی مدینہ واپسی پر

شان دار تبصرہ کرتے ہوئے شیخ محمد غزالی لکھتے ہیں:

''پھر رسولؐ ہجرت کے آٹھویں سال کے آخری مہینے میں مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔ اس مقدس شہر میں آٹھ برس پہلے کی آمد اور فتح عظیم کے بعد اس واپسی کے درمیان کتنا زبردست فرق تھا۔ پہلے آپ بھگائے ہوئے اجنبی کی طرح امان کی تلاش میں آئے تھے۔ یہاں کے لوگوں نے آپ کو پوری عزت وقدردانی کے ساتھ پناہ دی۔ آپؐ کی ہر طرح مدد کی، آپؐ کے ساتھ جو ہدایات نازل ہوئی تھیں ان کی پیروی کی اور ان کے لیے تمام لوگوں کی دشمنی کو معمولی سمجھا، آج آٹھ برس کے بعد پھر وہی مدینہ منورہ آپ کا استقبال کر رہا تھا، جب کہ اہل مکہ آپؐ کے آگے سرنگوں ہو چکے تھے اور اپنے تکبر وجاہلیت کو آپؐ کے پیروں تلے ڈال دیا تھا، آپؐ ان کی ساری خطاؤں کو معاف کرتے ہوئے انہیں اسلام کے ذریعہ عزت بخش دی۔'' (۶۹)

۲۴- روم کے عیسائی مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکے:

مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثرات اور جنگوں میں ان کی کامیابی کو دیکھ کر سرزمین عرب سے متصل بعض علاقے جو اب تک حدود اسلامیہ میں داخل نہ ہوئے تھے، ان کو اپنے وجود اور ملکوں کے بارے میں خطرہ لاحق ہوا۔ انہیں میں ایک ملک روم بھی تھا۔ اس نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ شکست دے کر وہیں دھکیل دیا جائے جہاں سے وہ نکلے تھے اور کلیسا تنہا انسانی ضمیر کا اجارہ دار رہے اور کلیسا کی گھنٹیوں کے مقابلہ میں اذان کی صدا بلند نہ ہو سکے۔ (۷۰)

حضور کو رومیوں کے اس منظم حملہ کی خبر ملی تو فکر لاحق ہوگئی۔ مشکل یہ تھی ابھی چند ماہ قبل مسلمان سخت محاربہ کے بعد لوٹ کر مدینہ آئے تھے۔ نیز شدید گرمی کا زمانہ تھا۔ ایسے وقت میں وہ جنگ کے لیے اتنا طویل اور سخت ترین سفر کرنے کو آمادہ نہیں ہو سکتے تھے۔ سخت حالات میں گھرے ہونے کے باوجود آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ بڑی مشکل گھڑی ہے، رومیوں کی فوج مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے۔ اس لیے جلدی کرو اور ان کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری تیاری کے ساتھ نکل پڑو۔ (۷۱) بیش تر صحابہ کرام جیسے تیسے تیار ہو کر حضور کی خدمت میں آگئے کچھ لوگوں نے بہانے بنائے اور کچھ لوگ شرعی غدر کی بناپر نہ جا سکے۔ (۷۲)

جب تیس ہزار کا لشکر تیار ہو گیا تو نبیؐ نے حضرت محمد بن مسلمہ یا سباع بن عرفطہ کو مدینہ کا گورنر بنایا اور حضرت علیؓ کو اپنے اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے مامور فرما کر مدینہ سے خروج کیا۔ گرمی کی شدت اور خوراک کی قلت اور مسافت کی طوالت کی بناپر مسلمان بے حال ہو گئے۔ الغرض اسلامی لشکر صبر واستقلال اور راستے کی تمام صعوبتیں برداشت کرتا ہوا تبوک پہنچا اور رومیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہو گیا۔ آپؐ نے آغاز جنگ سے قبل تمام صحابہ کو جمع

کیااور زوردار تقریر کی جس سے ان کے حوصلے بلند ہوگئے اور وہ مرمٹنے کو تیار تھے۔لیکن جب رومیوں کو مسلمانوں کے جوش وجذبہ اور عزائم کا اندازہ ہواتو وہ میدان چھوڑ کر ادھر ادھر منتشر ہوگئے ۔ چنانچہ رسولؐ نے ان علاقوں میں پھیلے ہوئے عیسائی عربوں مثلا ایلہ، اذرغ، تیما، دومۃ الجندل والوں سے صلح کے بعد معاہدے فرمائے۔

بقول شیخ محمد غزالی:

’’غزوہ تبوک غزوہ خندق ہی کے مشابہ رہا۔اس میں مسلمانوں کی آزمائش شروع میں سخت تھی لیکن آخری نتیجہ اطمینان وعزت نکلا۔ رسولؐ تبوک میں دس روز سے زیادہ ٹھہرے رہے ۔آپؐ کی نگاہ صحرا کے دامن کو پیچھے تک پہنچ رہی تھی جہاں رومی روپوش ہوچکے تھے، ان کی کسی نقل وحرکت کا انتظار فرماتے رہے ، لیکن جب دیکھا کہ ان میں اتنی ہمت نہیں رہ گئی تو فتح یابی کے ساتھ مدینہ منورہ لوٹنے کا فیصلہ فرمایالیا۔‘‘(۷۳)

حرف آخر:

یہ تھی عہد نبوی کی بڑی جنگوں کی مختصر روداد۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان جنگوں میں اقدام کس نے کیا ۔ نبیؐ اور مسلمانوں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے ۔لیکن دشمنان دین کو اپنی طاقت پر غرور تھا، جب کہ مسلمانوں کے حوصلے کم زور ہونے کے باوجود پست نہ تھے ۔ جب حوصلہ اور طاقت کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو عموما حوصلہ مند گروہ کو کامیابی ملتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی مسلمانوں کے ساتھ ہوا اور وہ اللہ کی مدد سے ہر جگہ کامیاب وکامران ہوئے ۔اس کے نتیجے میں بعض جنگوں میں بڑی مقدار میں اموال غنیمت حاصل ہوئے ۔ایسا دنیا کے ہر ملک میں ہوتا ہے کہ جب دشمن پر فتح ہوتی ہے تو اس کے نتیجے میں نہ صرف قیدی ہاتھ لگتے ہیں ، بلکہ ان کا مال واسباب بھی قبضے میں آجاتا ہے ۔ کیا ایسے موقع پر کوئی فاتح قوم ان اموال سے دست بردار ہوجاتی ہے ۔لیکن نبیؐ کی اس کامیابی کو مغرب لوٹ مار سے تعبیر کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ وہ الزام لگانے کے بجائے اپنے ذہنی فتح کی اصلاح کرے ،تو پھر ان جنگوں سے متعلق کوئی اشکال ہی نہ رہے گا۔انہی متعصب مستشرقین میں بعض کی تحریروں کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ عہد نبوی کی تمام جنگیں برمبنی انصاف تھیں اور حضورؐ اور آپ کے اصحاب نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ اسلام اور کفر میں جو بعد وہ جنگ کے بجائے آپسی صلح صفائی سے ختم ہوجائے ۔مگر کفار ومشرکین نے اپنی طاقت کے سامنے اسلام کی طاقت کو لائق اعتنا نہ سمجھا، اس لیے انہیں ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم اس ذلت کا خوش گوار نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اس نے اسلام کی دولت سے مالا مال کردیا جس سے نہ صرف ان کی عاقبت سنور گئی ، بلکہ دنیا میں بھی ان کی عزت وشہرت میں چار چاند لگ گیا۔

حوالہ جات وحواشی

۱- جرجی زیدان، تاریخ تمدن اسلام، فرید بک ڈپو، دہلی، ۲۰۰۷ء، ص:۵۴
۲- ڈاکٹر عبدالعلیم، سیرۃ النبی اور مستشرقین، مطبوعہ لکھنو، ۲۰۰۰ء، یہ کتاب 'ولہاوزن' کے ایک طویل مقالہ 'محمڈنزم' کے کچھ حصے کا ترجمہ ہے۔ یہ پورا مقالہ 'انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا' میں شامل ہے۔
۳- شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء، ج:۱، ص:۲۱۸
۴- ابی عبدالله محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب الهجرة
۵- ایضا، باب مقدم النبی و اصحابه المدینة
۶- ابومحمد عبدالملك بن هشام، سیرة النبی، مطبعة حجازی، قاهره، ۱۹۳۷ء، ج:۲، ص:۱۱۹-۱۲۰
۷- ابی داؤد سلمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفی، باب خبر النضیر
۸- قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، فرید بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۹ء، ج:۱، ص:۱۰۳
۹- صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله - کتاب التمنی، باب قولهؐ لیت کذا و کذا
۱۰- شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج:۱، ص:۲۲۰
۱۱- ایضا، ج:۱، ص:۲۲۲ (اضافہ سید سلیمان ندوی)
۱۲- ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، اسلام، پیغمبر اسلام، اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، اریب پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء، ص:۳۲۴
۱۳- سیرۃ النبی، ابن ہشام ج:۲، ص:۲۳۸
۱۴- ایضا
۱۵- ایضا، ج:۲، ص:۲۳۹
۱۶- ایضا، ج:۲، ص:۲۴۱
۱۷- پیغمبر اسلام، ص:۲۲۸
۱۸- سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۲، ص:۲۴۴
۱۹- اسلام، پیغمبر اسلام، اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، ص:۳۰۱
۲۰- صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قصة غزوة بدر
۲۱- سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۲، ص:۲۴۴
۲۲- ایضا، ج:۲، ص:
۲۳- ایضا، ج:۲، ص:۲۵۴

۲۴- صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قصة غزوة بدر
۲۵- سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۲، ص:۴۲۲-۴۲۳
۲۶- ایضا، ج:۲، ص:۴۲۷
۲۷- ایضا، ج:۲، ص:۴۲۶
۲۸- ایضا
۲۹- ایضا، ج:۲، ص:۴۲۸
۳۰- ایضا، ج:۳، ص:۱۰
۳۱- ایضا
۳۲- ایضا، ج:۳، ص:۱۸۵-۱۸۶
۳۳- ایضا، ج:۳، ص:۱۸۶
۳۴- ایضا، ج:۳، ص:۱۹۱
۳۵- ایضا، ج:۳، ص:۱۹۲
۳۶- ایضا، ج:۳، ص:۱۹۲
۳۷- ایضا، ج:۳، ص:۱۹۳
۳۸- ایضا، ج:۳، ص:۲۲۹
۳۹- ایضا، ج:۳، ص:۲۳۰
۴۰- محمد الغزالی، فقه السیرة، مطبعة حسان، قاهره، ۱۹۷۶ء، ص:۳۱۸
۴۱- سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۳، ص:۲۴۷-۲۴۸
۴۲- ایضا، ج:۳، ص:۲۳۵-۲۳۶
۴۳- فقہ السیرۃ، ص:۲۲۵
۴۴- کونسٹینٹن ویرژیل جورجیو، عکس سیرت، رحمٰن پبلیکیشنز، کولکتا، ۲۰۰۸ء، ص:۳۰۳
۴۵- سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۳، ص:۲۵۴
۴۶- ایضا، ج:۳، ص:۲۵۸-۲۵۹
۴۷- رحمۃ للعالمین، ج:۱، ص:۱۳۴
۴۸- سیرۃ النبی، ابن ہشام، ج:۳، ص:۳۵۶
۴۹- ایضا، ج:۳، ص:۳۵۷

۵۰- ایضا،ج:۳،ص:۳۵۷

۵۱- صحیح البخاری،کتاب المغازی،باب الشاط التی سمت للنبی بخیبر-مسند احمد،ج:۲، ص:۴۵۱- سیرۃالنبی،ابن ھشام،ج:۳،ص:۳۹۰

۵۲- صحیح البخاری،کتاب الجهاد والسیر،باب الدعاء للمشرکین بالهدی لیتالفهم

۵۳- ایضا،کتاب المغازی،باب غزوۃ موته من ارض شام

۵۴- محمد بن الباقی الزرقانی،شرح مواھب اللدنیه،مطبعة الازھریة،مصر،۱۳۲۵ھ، ج:۲، ص:۲۶۹

۵۵- سیرۃ النبی،ابن ہشام،ج:۳،ص:۴۴۷

۵۶- ایضا،ج:۳،ص:۳۶۶

۵۷- ایضا،ج:۴،ص:۱۰-۱۲

۵۸- ایضا،ج:۴،ص:۱۲-۱۳

۵۹- ایضا،ج:۴،ص:۱۸

۶۰- ایضا،ج:۴،ص:۲۸

۶۱- ایضا،ج:۴،ص:۳۲

۶۲- ایضا،ج:۴،ص:۶۸

۶۳- ایضا،ج:۴،ص:۸۷

۶۴- ایضا،ج:۴،ص:۹۲

۶۵- ایضا،ج:۴،ص:۱۲۲

۶۶- ایضا،ج:۴،ص:۱۳۶-۱۳۷

۶۷- ایضا،ج:۴،ص:۱۳۱-۱۳۲

۶۸- ایضا،ج:۴،ص:۱۳۶-۱۳۷

۶۹- فقہ السیرۃ،ص:۴۲۳-۴۲۴

۷۰- ایضا،ص:۴۳۶

۷۱- سیرۃ النبی،ج:۴،ص:۱۶۹-۱۷۰

۷۲- ایضا،ج:۴،ص:۱۷۳

۷۳- فقہ السیرۃ،ص:۴۴۲

☆☆☆☆☆